ماہنامہ

ضیائے حدیث

لاہور

علمی • ادبی • تحقیقی • اصلاحی مجلہ

دارالسلام

DARUSSALAM

دارالسلام کی تحقیقی کاوشوں کا آئینہ دار

چیف ایڈیٹر

عبدالمالک مجاہد

شمارہ 07، جلد 23، جولائی 2014/رمضان المبارک 1435ھ

علمائے حدیث کے ساتھ چند روز

مدارس سلفیہ کے شیوخ کے کاروان عمرہ سے چیف ایڈیٹر کی یادگار ملاقات

سفیر حضرات اور ان کے معاونین سے چند گزارشات

نائیجر

یورانیم اور سونے کی دولت سے مالا مال مگر "غریب" افریقی ملک



مشہور مگر ضعیف یا موضوع روایات



فضیلت و احکام اور کرنے کے کام

علمی | ادبی | تحقیقی | اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

ضیائے حدیث

لاہور

بیاد مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

بانی مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ



چیف ایڈیٹر
عبدالمالک مجاہد

شمارہ:07 | جلد:23 | جولائی 2014ء / رمضان 1435

ایگزیکٹو ایڈیٹر حافظ عبدالوحید سوہدروی
ایڈیٹر محمد نعمان فاروقی
noumanfarooqi47@gmail.com

مجلس ادارت

مولانا ارشاد الحق اثری — پروفیسر محمد یحییٰ — حافظ عبدالستار حماد
حافظ صلاح الدین یوسف — حافظ شبیر صدیق — حافظ محمد حق نواز

مجلس نظامت

حافظ عبدالعظیم اسد — عکاشہ مجاہد — حافظ محمد ندیم
قمر الحمید فیصل — عبدالغفار مجاہد — حافظ عثمان یوسف
طارق جاوید عارفی — محمد اعظم یٰسین

آرٹ اینڈ ڈیزائن

ہارون الرشید (آرٹ ڈائریکٹر) — عبدالرافع (گرافک ڈیزائنر) — حافظ عبدالماجد (کمپوزنگ)

قانونی مشیر چوہدری محمد اکرم گوندل (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

وسعتِ دامان

اداریہ	وطن عزیز پر آزمائش کے لمحات	چیف ایڈیٹر	5
درس قرآن	سورۃ العصر	مولانا عبدالولی خان	8
تجلیات قرآن	بنی اسراءیل کو ملنے والی سزائیں اور امت مسلمہ	محمد نعمان فاروقی	10
انوارِ حدیث	حدود اللہ اور معافی	حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ	15
احکام و مسائل	رمضان المبارک فضیلت، احکام اور کرنے کے کام	حافظ صلاح الدین یوسف	16
اشاعت حدیث	غیر معروف مگر صحیح یا حسن احادیث	ابوانس	21
دفاع حدیث	مشہور مگر ضعیف یا موضوع روایات	مولانا عثمان منیب	22
مکتوب امریکہ	معاملات میں آسانی	حافظ عبدالوحید سوہدروی	26
طب و سائنس	دودھ	ڈاکٹر طارق ریاض	28
طب و صحت	روزے کے جسمانی و روحانی فوائد	حکیم حافظ محمد انس طلحہ	31
عالمی منظرنامہ	شام میں روس کا منفی کردار	ابوولید ملک	34
اخلاقیات	تنقید حوصلے کی آزمائش ہے	ام حماس تیمیہ	37
مکتوب الریاض	علمائے حدیث کے ساتھ چند روز	عبدالمالک مجاہد	39
تعلیم و تعلم	سفیر حضرات اور ان کے معاونین سے گزارشات	حافظ محمد حق نواز	43
تزکیہ نفس	رمضان کیسے گزاریں؟	مولانا عبداللہ ناصر رحمانی	46
انٹرویو	حکومت قرآن کی طباعت کے معیار کو یقینی بنائے	عکاشہ مجاہد	53
افتاء و ارشاد	آپ کے سوالات اور ان کا حل	ابوالحسن حافظ عبدالخالق	60
گوشۂ خواتین	زیارت حرمین شریفین اور خواتین	طارق جاوید عارفی	65
اسلامی دنیا	نائجیر	محسن فارانی	70

■ ضیائے حدیث جاری کروانے کے لیے

منی آرڈر، آن لائن یا ایزی پیسہ کے ذریعے سالانہ زرتعاون دفتر ارسال کریں اور حسب ذیل نمبرز میں سے کسی ایک پر اطلاع دیں اور اپنا مکمل ایڈریس لکھوائیں۔ رسالہ آپ کے نام جاری ہو جائے گا۔

■ منی آرڈر اور خط کتابت کے لیے

دفتر ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' 36 لوئر مال، لاہور (پاکستان)

Tel:+92 42 372 32 400 | Fax:+92 42 373 54 072
ziaehadith1@yahoo.com

اطلاع عام: ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارہ یا چیف ایڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہ ہے۔ نفس مضمون کی ذمہ داری صاحب مضمون پر ہے لہٰذا ادارہ یا چیف ایڈیٹر اس بابت قانونی طور پر بری الذمہ ہوگا۔
(چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' لاہور)

ناشر محمد ادریس فاروقی | مقام اشاعت 399/E اندرون موچی دروازہ، لاہور

■ برائے ایزی پیسہ:
موسیٰ علی
0313 75 79 034
شناختی نمبر
34101-4002586-9

■ آن لائن کروانے کے لیے:
A/C Title: Monthly Zia-e-hadith
A/C No: 0038805201002063
M.C.B Bank Ltd. Session Court
Branch Lahore. Br Code: 1317

سرکولیشن منیجر: محمد یوسف سلفی 823 71 70 300 92+
اسسٹنٹ سرکولیشن منیجر: موسیٰ کلیم بلتستانی 034 79 75 313 92+

سالانہ زرتعاون
عام ڈاک 600 روپے | رجسٹری ڈاک 900 روپے
دیگر ممالک میں سالانہ زرتعاون
سعودی عرب 100 ریال | یورپی ممالک 30 یورو

قیمت فی شمارہ 50 روپے

پرنٹر انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس، 36 لوئر مال، لاہور

اداریہ

وطن عزیز پر
آزمائش کے لمحات

اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ہر آن کسی نہ کسی آزمائش اور ابتلا کا سامنا رہتا ہے۔ جس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے وطن عزیز کو خاصے مشکل حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ جون 2014ء کا مہینہ اس لحاظ سے بھی بڑا مشکل گزرا کہ وزیرستان میں دہشت گرد گروپوں کے خلاف آپریشن ''ضرب عضب'' جاری ہے۔ مقام شکر ہے کہ اس آپریشن کو وطن عزیز کے بیشتر لوگوں نے سراہا ہے، اور مختلف سیاسی، سماجی اور فلاحی تنظیمیں گھر بار چھوڑ کر آنے والے قبائلیوں کی خدمت میں ہمہ تن مصروف عمل ہیں۔ افواج پاکستان کے جوان بھی دل و جان سے ان ''آئی ڈی پیز'' کو سہولیات مہیا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ شدت پسندوں کا ایجنڈا سمجھ سے باہر ہے۔ ایک طرف وہ مذاکرات کی بات کرتے ہیں تو دوسری طرف پاکستان کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کراچی ایئرپورٹ کا واقعہ ایسا نہیں جسے بھلایا جا سکے۔ اگر ہماری سکیورٹی فورسز بروقت کارروائی نہ کرتیں تو یہ ملک دشمن عناصر پاکستانی معاشرے کو مفلوج بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ ہمارے نزدیک کراچی ایئرپورٹ کا واقعہ عالمی سطح پر پاکستانی قوم کی بدنامی کا سبب بنا ہے۔ ابھی قوم کو کراچی میں بحریہ کے ہیڈ کوارٹر پر ہونے والا حملہ نہیں بھولا تھا کہ یہ واقعہ ہو گیا۔ اس سے پوری دنیا میں ہماری جگ ہنسائی ہوئی۔ پرانے ٹرمینل کی حفاظت کی ذمہ داری کسی بھی ایجنسی کی ہو، یہ واقعہ بہر حال پاکستان ہی میں پیش آیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے ارباب اقتدار اس معاملے کو کبھی نہیں بھولیں گے اور تمام سرکاری املاک کی حفاظت کا فول پروف بندوبست کریں گے۔ اس واقعہ میں ملوث تمام افراد کا مار دیا جانا یقیناً ایک مستحسن اقدام ہے، مگر قوم کو واضح طور پر بتایا جائے کہ اگر اس واقعہ میں غیر ملکی ہاتھ ہے تو اس کے سد باب کے لیے آئندہ کے لیے کون سے ٹھوس اقدامات کیے گئے ہیں۔ ہم یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ ان متشدد گروہوں کا کوئی مذہب اور عقیدہ نہیں۔ ان حالات میں آپریشن ''ضرب عضب'' نہایت ضروری تھا۔ بلاشبہ یہ آپریشن آج سے آٹھ دس سال پہلے ہونا چاہیے تھا۔ پاکستانی قوم پورے طور پر اپنی مخلص اور بہادر فوج کے ساتھ کھڑی ہے۔ ہم سب کی دعائیں اور مکمل حمایت افواج پاکستان کے ساتھ ہے۔

قارئین کرام! مقام صد افسوس یہ ہے کہ پاکستان میں صرف وہی دہشت گرد نہیں جو بندوق کے ذریعے اپنا ایجنڈا نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان میں ایسے کلامی دہشت گرد بھی ہیں جن کی زبانیں انگارے اگلتی ہیں اور پاکستان کی ترقی انھیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ یہ کلامی دہشت گرد اپنی بدزبانی، ہذیانی بیانات اور ہرزہ سرائی کے ذریعے پاکستان میں انارکی اور افراتفری پھیلانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی پبلسٹی اور خودنمائی کا مرض لاحق ہوتا ہے۔ ایسے ہی خبطیوں میں سے ایک ملک سے ہزاروں کلومیٹر دور سے آنے والا کینیڈا کا ایک شہری طاہر القادری بھی ہے۔ اس کے ساتھ شجاعت، پرویز الٰہی اور شیخ رشید جیسے پٹے ہوئے سیاسی لوگ ہیں۔ گزشتہ کئی ہفتوں سے قوم اس نام نہاد شیخ الاسلام کی بڑھکیں سن رہی تھی

کہ وہ پاکستان آ رہا ہے، انقلاب لا رہا ہے، انقلاب اب آ کر رہے گا۔ وہ حکمرانوں کو للکارتے ہوئے کہہ رہا ہے: ارے عقل کے اندھو، بے غیرتو، یزیدیو، لعنتیو! بس اب چند گھنٹوں کی بات ہے کہ پاکستان میں ہمارا انقلاب آ کر رہے گا۔ طاہرالقادری کا کہنا تھا: میں 23 جون کی صبح پاکستان پہنچوں گا۔ مجھے پاکستان کی وفاقی اور صوبائی حکومت پر کوئی بھروسہ نہیں۔ میرا مطالبہ ہے کہ میری آمد پر افواج پاکستان ایئرپورٹ کی سکیورٹی سنبھال لیں۔ وہ کینیڈا میں اور لندن ایئرپورٹ پر گرجتے رہے، برستے رہے۔ حکومت کو کوستے رہے اور یوں ظاہر کرتے رہے کہ بس اب اقتدار کا چاند ان کی گود میں گرنے ہی والا ہے۔

یہ امر بھی بہت صدمے اور دکھ کا باعث ہے کہ شیخ الاسلام کے لفظ کی اس سے بڑی تذلیل تاریخ انسانیت میں کبھی نہیں ہوئی کہ اس جیسے شخص کے لیے شیخ الاسلام کا لقب استعمال کیا جا رہا ہے۔ اپنے آپ کو شیخ الاسلام کہلوانا، یہ بھی موصوف کا اپنا کیا دھرا ہے۔ شیخ الاسلام تو وہ حرمت والا لفظ ہے جو ائمہ ومحدثین نے سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے عبقری رہنماؤں کے لیے استعمال کیا۔ پھر یہ لقب بہت بڑی بڑی، علمی اور باکردار شخصیات کے لیے استعمال ہوتا رہا۔ ایک نمایاں شخصیت جن کے لیے شیخ الاسلام کا لقب استعمال ہوا وہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں۔ عربوں کے ہاں اگر شیخ الاسلام کا نام لیا جائے تو اس سے مراد امام ابن تیمیہ ہی ہوتے ہیں۔

18 جون کو ماڈل ٹاؤن میں منہاج القرآن کے سیکرٹریٹ میں جو کچھ ہوا بلاشبہ یہ پاکستان کی سیاسی تاریخ کا نہایت المناک واقعہ ہے۔ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ آٹھ انسانی لاشوں کا گرنا غیر معمولی واقعہ ہے، جو بعد میں بڑھ کر چودہ تک پہنچ گئیں۔ اگر حکومت کے ذمہ داران اور بالائی افسران نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا ہوتا تو یہ انسانی جانیں ضائع نہ ہوتیں۔ تمام محبّ وطن عناصر کو اس پر افسوس ہے۔ یہ تو حکومت پنجاب کا مقرر کردہ کمیشن ہی بتائے گا کہ پہلی گولی کس نے چلائی اور پتھراؤ کا آغاز کیسے اور کب ہوا، مگر پولیس کے زیر نگرانی گلوبٹ نے جو کردار ادا کیا اور گاڑیوں کے شیشے توڑے، وہ بھی کسی المیے سے کم نہیں۔ اس نے یہ شیشے کیوں توڑے کس کے ایما پر توڑے، مگر اس نے جو بھی کیا بہت برا کیا۔ پولیس کے زیر سایہ کیسے کیسے جرائم پیشہ لوگ پرورش پا رہے ہیں۔ ہم نے ٹی وی پر اس آپریشن کی فوٹیج دیکھی ہے۔

گلوبٹ جس طرح پولیس کی سرپرستی میں تخریب کاری کر رہا تھا اور جس تربیت یافتہ انداز میں وہ ہر کام انجام دے رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک کو نقصان پہنچانے کے لیے معاشرے میں کتنے ہی گلوبٹ برسرپیکار ہیں۔ ان لوگوں کی حرکتیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بیرونی دشمنوں سے پہلے یہ اندرونی دشمن بھی تخریب کاری میں آگے آگے ہیں۔ گلوبٹ اب سرکاری مہمان ہے، مگر عدالت میں پیشی کے وقت وکلاء اور سول سوسائٹی کے ارکان نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا، اس سے پتا چلا کہ گلوبٹ محض ایک شخص نہیں بلکہ ایک کردار ہے۔ سوسائٹی میں بہت سے گلوبٹ ہیں۔ جن میں بڑے بڑے پڑھے لکھے اور قانون کی بالادستی کا دم بھرنے والے افراد بھی شامل ہیں۔ ہمارے نزدیک گلوبٹ کو اس طرح مارنا بھی کوئی مستحسن قدم نہیں تھا۔

23 جون کو حکومت نے اپنی گزشتہ غلطی کا اعادہ نہیں ہونے دیا۔ پولیس کو اس مرتبہ فری ہینڈ نہیں دیا گیا۔ مگر منہاج القرآن کے تربیت یافتہ غنڈوں نے پولیس والوں کو جس طرح زخمی کیا۔ ان کی ٹانگیں اور بازو توڑے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قادری صاحب نے اپنے پیروکاروں کو کس انداز کی تربیت دی ہے اور وہ وطن عزیز میں کس طرح کا انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ ان کی جماعت کے عہدیداروں نے اپنے کارکنوں کو

لوہے کے کیلوں والے ڈنڈوں سے باقاعدہ مسلح کیا جنھوں نے قانون نافذ کرنے والے اداروں پر دست درازی کی انتہا کر دی۔

مقام شکر ہے کہ 23 جون کو قادری صاحب کا ایجنڈا بری طرح ناکام رہا۔ وہ اپنے بیانات اور مطالبات بڑے تسلسل سے تبدیل کرتے رہے۔

حکومت نے 18 جون کو جو غلطیاں کی تھیں، اس روز بڑی حد تک ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی، چنانچہ ان کی آمد پر جس خون خرابے اور بلوے کا خدشہ تھا، وہ ٹل گیا۔ امارات ایئرلائن کا جو طیارہ اسلام آباد میں اترنا تھا اسے سکیورٹی وجوہات کی بنا پر لاہور میں اتار لیا گیا۔ اس دوران قادری صاحب پورا دن اپنے بیانات بدلتے رہے۔ پہلے ان کا موقف تھا کہ طیارے کو اسلام آباد لے جایا جائے پھر ان کا مطالبہ آیا کہ فوج کا نمائندہ آکر ان کے ساتھ مذاکرات کرے، انھیں صوبائی اور وفاقی حکومت پر کوئی بھروسہ نہیں۔ پھر انھوں نے ایک چھلانگ نیچے کی جانب اور لگائی اور گورنر پنجاب کے ساتھ گاڑی میں ماڈل ٹاؤن اپنی رہائش گاہ جانے کا مطالبہ کر دیا، پھر انھوں نے اعلان کیا کہ وہ گھر نہیں بلکہ گورنر کی ہمراہی میں جناح ہسپتال جائیں گے۔ جب وہ کینیڈا سے چلے تھے تو ان کا انداز کچھ یوں تھا کہ بس جیسے ہی وہ اسلام آباد کے ایئرپورٹ پر اتریں گے، حکومت ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑی ہوگی اور آناً فاناً اقتدار ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ گزشتہ دنوں راقم الحروف سے کسی نے سوال کیا کہ قادری صاحب کا ایجنڈا کیا ہے؟ میں نے برجستہ کہا: یہ شخص تو خمینی بننے کے چکر میں ہے۔ ملکی اقتدار تو شاید اس کی قسمت میں نہیں۔ لیکن یہ ملک میں انارکی ضرور پھیلانا چاہتا ہے۔ اس طرح کی محدود سوچ اور ناقص ویژن والے لوگوں کو پاکستان دشمن قوتیں بھی اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتی رہتی ہیں۔ یہ لوگ دانستہ یا نادانستہ اپنی خدمات ان کے لیے پیش کر دیتے ہیں۔ ان کی بہت سی تقریریں اور تحریریں اس بات کی گواہ ہیں۔ پاکستان دشمن قوتیں ان جیسے لوگوں کے ذریعے پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کروانا چاہتی ہیں، جیسا کہ عراق اور شام میں ہو رہا ہے۔ یہ ان قوتوں کو یقین دلاتے رہتے ہیں کہ طالبان کے مقابلہ کے لیے میں آپ کو ایک بریلوی فورس مہیا کر سکتا ہوں۔ پاکستان کے عوام اس قدر باشعور ہیں کہ ان جیسے مسخروں کا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ پہلے کی طرح اس دفعہ بھی یہ نام نہاد شیخ الاسلام دم دبا کر بھاگ جائے گا۔ ہمارے نزدیک محبّ اسلام اور محبّ وطن قوتوں کو اس قسم کے تخریب کاروں اور نفسیاتی مریضوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مل جل کر کام کرنا ہوگا۔ بلاشبہ پاکستان کو جو بے شمار چیلنجز درپیش ہیں ان میں یہ چیلنج بھی بڑا اہم ہے۔ مقام شکر ہے کہ الیکٹرانک میڈیا پر اس شخص کے کردار کے تعارض اور بیانات کے کھوکھلے پن کا خوب پوسٹ مارٹم کیا جا رہا ہے۔ کل صبح سویرے ہی میں نے سوشل میڈیا پر طاہر القادری کی دو فوٹیج دیکھیں۔ ان میں طاہر القادری کا گھناؤنا چہرہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ وہ توہین رسالت کے قانون کے بارے میں یورپ کے صحافیوں اور چرچ کے ذمہ داروں کے ساتھ ان کے مطلب کی باتیں کرتا ہے اور پاکستانی عوام کے درمیان گرجتے برستے ہوئے یہ دعوے کرتا ہے کہ یہ قانون تو بنوایا ہی میں نے تھا اور اس میں تبدیلی بھی میری کوششوں سے ہوئی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب لوگ اس کی چالوں کو سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے اس کے اردگرد ہجوم اب کم ہونے لگا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو اس کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے محفوظ رکھے۔

محبکم: عبدالمالک مجاہد

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسٰنَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○



''زمانے کی قسم! درحقیقت انسان یقیناً بڑے خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین و نصیحت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔'' (العصر 103:1-3)

سورہ العصر

مولانا عبدالولی خان

یہ سورت قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورتوں میں سے ایک ہے۔ جو تین آیات پر مشتمل ہے۔ مگر نہایت جامع ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا کہ نوع انسان بڑے خسارے میں ہے اور اس خسارے سے مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں جو چار چیزوں کے پابند ہیں: ایمان، عمل صالح، دوسروں کو حق کی نصیحت و وصیت اور صبر کی وصیت۔ دین و دنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا یہ قرآنی نسخہ چار اجزا سے مرکب ہے جن میں پہلے دو جز اپنی ذات کی اصلاح کے متعلق ہیں اور دوسرے دو جز دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کی ہدایت و اصلاح سے متعلق ہیں۔

نام: اس سورت کا نام ''العصر'' ہے اور یہ نام سورت کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے۔

یہ مکی سورت ہے، یعنی وہ سورت ہے جو ہجرتِ مدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ (الدر المنثور: 621/8) اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے۔

فضیلت: امام طبرانی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخص ایسے تھے کہ جب بھی وہ آپس میں ملتے تھے تو وہ ایک دوسرے سے اس وقت تک جدا نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے سورت عصر پڑھ لیتے اور پھر ایک دوسرے کو سلام کہہ کر رخصت ہوجاتے۔ (المعجم الأوسط للطبراني: 51254، ومجمع الزوائد: 18198)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر لوگ اس سورت میں فکر و تدبر کریں تو یہی ان کے لیے کافی ہے۔ (مفتاح دارالسعادۃ: 56/1)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تین آیات میں خسارے اور گھاٹے سے بچنے کے لیے ایک کامل اور جامع منہج موجود ہے۔

سورت کا مقصد: یہ سورت ایک ایسی اہم حقیقت کو ثابت اور مؤکد کرتی ہے جو کبھی بھی تغیر پذیر نہیں اگرچہ احوال، ظروف اور زمان و مکان بدل بھی جائیں اور وہ یہ ہے کہ ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾ ''یقیناً جنس انسان خسارے میں ہے۔'' اور اس حقیقت کا دوسرا جز یہ ہے کہ اس خسارے سے نجات ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہی کے ذریعے سے ممکن ہے اور بس۔ اب ہم سورت کی آیات وکلمات کی وضاحت کرتے ہیں۔

وَالْعَصْرِ: ''قسم ہے زمانے کی۔'' اس میں

واوٗ قسمیہ ہے جو أُقْسِمُ ''میں قسم کھاتا ہوں'' کے معنیٰ دیتا ہے۔ اَلْعَصْر سے مراد زمانہ ہے، یعنی لیل و نہار ہے جس میں انسان یا تو ہارتا ہے اور یا پھر جیت جاتا ہے۔

بعض مفسرین نے اس سے مراد جز زمانہ عصر یا عمرِ انسان مراد لیا ہے۔ اس سورت میں زمانے کی قسم کھا کر اس حقیقت کی دلیل دی گئی ہے کہ چار صفات سے متصف لوگوں کو چھوڑ کر باقی ہر انسان ہی خسارے میں ہے کیونکہ انسان کے پاس رأس المال صرف اور صرف زمانے کا کچھ حصہ، یعنی اس کی عمر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ﴾ ''کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر لیتا؟ اور تمھارے پاس تو ڈرانے والا بھی آیا تھا۔'' (فاطر 37:35)

اور یہ رأس المال ایسا ہے کہ بہت تیزی سے خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ختم ہونے سے پہلے پہلے اس سے وہ مطلوب قیمتی چیز، یعنی چاروں صفات عالیہ حاصل کر لی جائیں تو نفع ہے اور خسارے سے بھی بچا جا سکتا ہے ورنہ سراسر خسارہ ہے۔

الإنسان: اس سے مراد جنس انسان ہے۔

خُسرٍ: خسارہ، گھاٹا۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا﴾

إِلَّا: حرف استثناء ہے، یہاں سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خسارے اور گھاٹے سے مستثنیٰ قرار دے رہا ہے جو آیات میں مذکور چاروں صفات سے متصف ہیں۔

ان میں صفتِ اول ایمان ہے۔ ایمان تصدیقِ قلبی، اقرارِ لسانی اور عملِ صالح بالجوارح کا نام ہے۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: عمل صالح سے مراد نیکی کے تمام ظاہری و باطنی اور واجب و مستحب اعمال ہیں، چاہے وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔ (تفسیر السعدي) عمل صالح ایمان سے غیر شے نہیں بلکہ ایمان میں شامل ہے، اس کا عطف ایمان پر جو پڑا ہے وہ گرامر کے لحاظ سے خاص کا عام پر عطف ہے، اس لیے کہ عملِ صالح ایمان کا ایسا جز ہے جو اس سے منفک اور جدا نہیں ہو سکتا۔ اور عمل صالح کا عطف ایمان پر عمل صالح کی اہمیت بتانے کے لیے ہے کہ عمل صالح ایمان کا بہت اہم جز ہے۔ قرآن مجید میں اس کی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔ سورۂ بقرہ 98:2 میں ہے: ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ اس میں جبرائیل اور میکائیل ملائکہ میں شامل ہیں لیکن ان کی زیادہ اہمیت اور عظمتِ شان کی وجہ سے انھیں بطریق عطف خاص علی العام دوبارہ ذکر کیا۔

اسی طرح اس سورت میں بھی **تواصی بالحق** اور **تواصی بالصبر** عمل صالح میں داخل ہیں لیکن ان کی زیادہ اہمیت کی وجہ سے انھیں الگ سے ذکر کیا۔ اگر اس عطف کی وجہ سے ایمان اور عمل صالح دونوں الگ الگ مان لیے جائیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ حق کی وصیت اور صبر کی وصیت عمل صالح میں شامل نہیں جبکہ یہ بات درست نہیں ہے، لہٰذا وہ بھی درست نہیں۔ حق یہ ہے کہ ایمان کے بعد عمل صالح کو الگ اس لیے ذکر کیا کہ اس جز کو کوئی معمولی سمجھ کر اس سے بے اعتنائی نہ برتے اور عمل صالح میں سے حق کی وصیت اور صبر کی وصیت کو الگ سے اس لیے ذکر کیا کہ کوئی شخص اپنی ذات کی حد تک عمل صالح کر کے یہ نہ سمجھے کہ میں اب خسارے سے بچ گیا ہوں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ

حق سے مراد کتاب اللہ، حق عقیدہ، ایمان اور عمل صالح ہے۔ (تفسیر الطبري، تفسیر السعدي)

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

صبر کا معنیٰ ہے باندھنا اور روکنا۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں: ① اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر، یعنی قائم رہنا، مثلاً: توحید، اتباع سنت، نماز، روزہ وغیرہ پر پابند رہنا۔ ② اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی سے صبر، یعنی شرک، زنا، قتل ناحق، جھوٹ اور دیگر برائیوں سے اپنے آپ کو روک کر رکھنا۔ ③ اللہ تعالیٰ کی تقدیری مشکلات، سختیوں اور مصائب پر صبر کرنا۔ اور ہر قسم کے جزع فزع سے بچنا اور غم کے موقع پر تمام غیر شرعی امور سے اجتناب کرنا۔

خلاصۂ سورت: ہر انسان خسارے میں ہے سوائے ان کے جو مذکورہ چار صفات سے متصف ہیں۔ خسارے سے بچنے کے لیے جس طرح اپنے ایمان و عمل کو قرآن و سنت کے تابع کر لینا ضروری ہے اتنا ہی دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کو اس بات کی طرف دعوت دینا اور نصیحت و وصیت کرنا بھی ضروری ہے۔

قسط نمبر: ⑥ آخری

محمد نعمان فاروقی

فرعونوں کی ہلاکت کے بعد

بنی اسراءیل کو ملنے والی سزائیں اور امت مسلمہ کی ان میں شراکت

بنی اسرائیل کی سزائیں	قرآنی حوالہ جات	امت مسلمہ میں اُن سزاؤں کا وجود
دلوں کی تطہیر نہیں ہوئی	﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یُّطَہِّرَ قُلُوۡبَہُمۡ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ ہی نہیں کیا۔'' (المآئدۃ 41:5)	دل کا نرم ہونا ایک خوبی ہے۔ نرمی کے باوجود اس کی پاکیزگی نہ ہو تو اس نرمی کا بھی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ تطہیر وتزکیہ کے بغیر نرم دل بھی بہت سی خرابیوں کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ قارئین کرام! آپ کے دلوں کے احوال اللہ ہی بہتر جانتا ہے مجھے تو اپنا دل بھی پاک نہیں لگتا۔

بندر بنادیے گئے	﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّانُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ﴾ ''تو جب انھوں نے اس کا ارتکاب کرلیا جس سے انھیں روکا گیا تھا تو ہم نے کہا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔'' (الأعراف 166:7)	اس امت میں شکلوں کے مسخ ہونے کی پیش گوئی ثابت ہے۔ (جامع الترمذی، حدیث: 2212) ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ عذاب کی اس صورت اور باقی تمام صورتوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین
آسمان سے عذاب	﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب اُتارا۔'' (الأعراف 162:7) اس سے مراد وہ عذاب بھی ہوسکتے ہیں جن کا ذکر ہوا یا ذیل میں ہوگا یا کوئی خاص عذاب بھی ہوسکتا ہے۔	موجودہ مسلمان آسمانی عذابوں اور آفتوں کی متعدد صورتوں سے دوچار ہیں۔ زلزلے، سیلاب، قحط، کمزور معیشت، خوف کے سائے اور امن کا فقدان یہ سب عذاب ہی کی صورتیں ہیں۔
دشمن کا تسلط	﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ﴾ ''اور جب آپ کے رب نے بتادیا کہ وہ ایسے لوگ ان پر مسلط کرے گا جو روز قیامت تک انھیں بدترین سزا دیتے رہیں گے۔'' (الأعراف 167:7) ایک وقت وہ تھا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ﴾ ''اور جب ہم نے تمھیں آل فرعون سے نجات دی جو تمھیں بدترین عذاب سے دوچار کرتے تھے۔'' (الأعراف 141:7) یعنی عذاب دینے والوں سے نجات دی اور ایک وقت وہ آیا جب ان پر قیامت تک کے لیے عذاب دینے والے مسلط کیے جارہے ہیں۔ یہ ہوتی ہے قوموں کی حرمان نصیبی!! اس مضمون کو سورۂ اسراء آیت: 4-8 میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔	تمام اسلامی ممالک اگرچہ اپنے اپنے طور پر آزاد ہیں لیکن کسی نہ کسی طرح دشمن کے تسلط میں ہیں۔ کئی مسلم ممالک ان کے ازحد مقروض ہیں، پابندیاں لگی ہوئی ہیں اور سزائیں جھیل رہے ہیں۔ حتی کہ اپنی پیداوار پر بھی اپنا نہیں بلکہ دشمن کا اختیار ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''جو قوم اللہ اور اس کے رسول سے پکے عہد کو توڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ان پر مسلط کردیتا ہے پھر وہ دشمن ان کے مقبوضات اپنے کنٹرول میں کرلیتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ: 4019)
نشان عبرت بنادیے گئے	﴿فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾ ''اور ہم نے (بندر بنانے کے) اس واقعے کو (اس وقت) موجود اور بعد والوں کے لیے عبرت بنادیا۔'' (البقرة 66:2)	انفرادی طور پر بہت سے لوگ نشان عبرت بنے اور چیدہ چیدہ علاقے بھی درسِ موعظت بنے۔ مگر موجودہ مسلمانوں کو مجموعی طور پر نشان عبرت بنانے سے نبی ﷺ کی دعا مانع ہے کیونکہ اس دعا کو اللہ نے قبول فرمایا تھا۔ (دیکھیے صحیح مسلم، حدیث: 2890)
ہلاکت	﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''لہٰذا ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ	ایک نام نہاد مسلمان گروہ کے علاوہ کوئی بھی مسلمان قرآن میں ظاہری تحریف کا قائل نہیں ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے مگر بہت سے لوگ اپنے باطل نظریات کو

	یہ اللہ کی طرف سے ہے۔'' (البقرة 79:2)	قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ اور پھر پوچھتے بھی ہیں کہ امت ہلاکت خیزیوں سے کیوں دوچار ہے؟
سیدھے راستے سے بہت ہٹے ہوئے	﴿وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور سیدھی راہ سے بہت زیادہ ہٹے ہوئے ہیں۔'' (المآئدة 60:5)	گمراہی اور ہدایت اللہ کی طرف سے ہے۔ مگر کچھ لوگ ہدایت سے بہت دور ہٹا دیے جاتے ہیں حتی کہ
		زندگی کا سفر کاٹ کر بھی راہِ ہدایت پر نہیں آپاتے۔ بہت سے ایسے مسلمان ہیں جنھیں حالت گمراہی میں موت آلیتی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے بہت بڑی سزا ہے۔ کیونکہ موت سے لے کر ابدالآباد تک جتنی بھی سزائیں ہیں وہ گمراہی پر موت آنے کی وجہ سے ہیں۔
خنزیر بنادیے گئے	﴿وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ﴾ ''اور اللہ نے ان میں سے بندر بھی بنائے اور خنزیر بھی۔'' (المآئدة 60:5)	
علاقہ حرام کردیا گیا	﴿فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾ ''لہٰذا وہ (ارض مقدس) ان پر 40 سال کے لیے حرام کردی گئی۔'' (المآئدة 26:5)	جہاد سے روگردانی کے باعث مسلمانوں کے کئی علاقے لمبے لمبے عرصے سے کافروں اور ظالموں کے لیے تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ بھی وہاں کے مسلمانوں کے لیے ایک مدت تک حرام کردیے گئے ہیں۔ کشمیر و فلسطین اس کی مثالیں ہیں۔
موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جدائی کی بددعا	سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی: ﴿فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''چنانچہ تو ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔'' (المآئدة 25:5)	رسول کی طرف سے ایسی بددعا کوئی معمولی سزا نہیں۔ ہمارے رسول ﷺ بھی روز قیامت بدعات ایجاد کرنے والوں کے بارے میں دور لے جانے کا کہیں گے۔ (صحيح البخاري، حديث: 6584) دنیا میں اس سزا کی صورت یہ بنتی ہے کہ لوگ بری طرح بدعات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کیا یہ کم سزا ہے کہ ایک شخص وقت بھی دے، صلاحیتیں بھی صرف کرے اور سرمایہ بھی لگائے اس کے باوجود وہ ثواب پانے کے بجائے عذاب میں گرفتار ہو۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ نے کئی ایک جرائم کے ارتکاب کرنے پر یہ وعید فرمائی کہ «لَيْسَ مِنَّا» ''وہ ہم میں سے نہیں'' مگر ایسے سب کام اس امت میں بکثرت اور دھڑلے سے ہوتے ہیں۔

		سینہ کوبی، زنجیرزنی، آگ پر ماتم، پیٹنا اور چلانا بھی اسی نوعیت کی ایک سزا ہے۔
بعض حلال چیزیں ان پر حرام کردی گئیں	بنی اسراءیل پر مختلف چیزیں حرام کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ذٰلِکَ جَزَیْنٰھُمْ بِبَغْیِھِمْ﴾ ''ہم نے ان کی بغاوت	امت کی طرف سے زیادتی یا ظلم کی وجہ سے کچھ حرام تو نہیں کیا گیا مگر مختلف حوالوں سے بہت سی نعمتوں سے
	کی انھیں یہ سزا دی تھی۔'' (الأنعام 146:6) ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَھُمْ﴾ ''چنانچہ وہ لوگ جو یہودی ہوئے، ان کے ظلم کے باعث ہم نے ان کے لیے پاکیزہ چیزیں، جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں، حرام کردیں۔'' (النسآء 160:4)	بہت سے لوگ محروم نظر آتے ہیں۔ کئی لوگوں نے رہبانیت کے نام پر بعض نعمتیں اپنے اوپر حرام کی ہوئی ہیں۔
اللہ کی ناراضی	﴿لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَھُمْ اَنْفُسُھُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ﴾ ''البتہ برا ہے جو انھوں نے اپنے لیے آگے بھیجا یہ کہ اللہ ان سے ناراض ہوا۔'' (المآئدۃ 80:5) یہ ایک سزا ہی بہت سی سزاؤں کا پیش خیمہ ہے۔	ہر مسلمان خود ہی جانتا ہے کہ اللہ اس سے کس قدر راضی ہے یا اس نے اللہ کو کس قدر ناراض کر رکھا ہے۔ کسی کے بارے میں اللہ کی رضامندی اور ناراضی کے متعلق فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ بعض اوقات کسی شخص پر دنیوی انعامات دیکھ کر رب کی رضامندی کا اور کسی کو مفلوک الحال دیکھ کر رب کی ناراضی کا فیصلہ کرلیا جاتا ہے۔ بہرحال میری دعا ہے کہ اللہ ہم سب سے راضی ہوجائے۔ آمین

بنی اسراءیل پر اخروی عذاب کی چند صورتیں

شمار	عذاب کی نوعیت	آیات مع ترجمہ	حوالہ
1	بہت بڑا عذاب	﴿وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ''اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔''	(المآئدۃ 41:5)
2	عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی	﴿فَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ﴾ ''تو ان سے عذاب میں تخفیف بھی نہیں کی جائے گی۔''	(البقرۃ 86:2)
3	عذاب سے چھٹکارا نہیں ہوگا	﴿وَمَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِہٖ مِنَ الْعَذَابِ﴾ ''اور نہیں ہے وہ چھٹکارا پانے والا عذاب سے۔''	(البقرۃ 96:2)
4	مدد سے بھی محروم ہوں گے	﴿وَّلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''	(البقرۃ 86:2)
5	ہمیشہ عذاب میں رہیں گے	﴿وَفِی الْعَذَابِ ھُمْ خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔''	(المآئدۃ 80:5)

خلاصہ مضمون

فرعون اور ان کے کارندے ہر عہد میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہوتے ہیں۔ نام ان کا جو بھی ہو کام ان کا ایک ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے باغیوں میں سے سب سے زیادہ ذکر فرعون ہی کا کیا ہے۔ شاید اس لیے کہ امت مسلمہ فرعونوں کے ظلم و استبداد اور ریشہ دوانیوں سے متنبہ ہو کر سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی زندگیوں کو سامنے رکھ کر فرعونوں کا بھرپور مقابلہ کرے۔ اور اپنے اپنے عہد کے فرعونوں کو مات دینے کے بعد خود بھی دین پر قائم دائم رہے۔ یہ نہ ہو کہ فرعونوں کے ظلم سے بچ جائے اور اپنے آپ پر خود ایسا ظلم شروع کر دے کہ اللہ کے عذاب، غضب اور لعنت میں گرفتار ہو جائے۔ بنی اسراءیل نے کچھ ایسا ہی کیا تھا جس کی پاداش میں وہ دنیا میں سزائیں جھیلتے رہے اور جھیل رہے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جبکہ وہ اللہ کو بھی مانتے تھے اور اپنے عہد کے رسولوں کو بھی۔ قرآن مجید میں جن قوموں کا ذکر ہے ان میں سے سب سے زیادہ تفصیلی ذکر بنی اسراءیل کا کیا گیا ہے کیونکہ باقی اقوام نے اپنے اپنے عہد کے پیغمبروں کا انکار کر دیا، ان کی تکذیب کی اور نشان عبرت بنا دیے گئے مگر امت مسلمہ کے لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کلمہ پڑھ کر بغاوت کرنی تھی اس لیے ان کے سامنے زیادہ تذکرہ بنی اسراءیل کا کیا گیا ہے۔ اور ان کے طرز عمل سے بچنے کی بھرپور ترغیب دی ہے۔

آخری بات

ہم جیتے ان لوگوں کی طرح ہیں جو اللہ کی ناراضی اور غضب کے مستحق ٹھہرے اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر ٹھہری یعنی بنی اسراءیل کی طرح اور انجام ان کا چاہتے ہیں جنھیں اللہ کی خوشنودی اور رضامندی نصیب ہوئی، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''کیا گناہوں میں ملوث لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے (کہ) ان کا جینا اور مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔'' (الجاثیۃ 21:45)

امریکی لڑکیوں کی حالت زار

ایک امریکی خاتون امریکی لڑکیوں کے بارے میں لکھتی ہے: ''یہاں جب کوئی لڑکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے تو اس کا باپ اس کی سرپرستی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے، اپنی نوجوان بیٹی کے لیے اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے اور اس سے کہتا ہے: جہاں جانا ہے جاؤ، کماؤ کھاؤ، آج کے بعد میرے پاس تمھارا کوئی حق باقی نہیں۔ اب بے چاری نوجوان لڑکی کرے تو کیا کرے اور جائے تو کہاں جائے؟ زندگی کے ایام تو گزارنا ہی ہیں، چنانچہ وہ گھر سے باہر قدم رکھتی ہے، زندگی کی پرپیچ وادیوں کا سفر تن تنہا طے کرتی ہے۔ اس دنیا میں انسانی درندوں کی کثرت ہے، چاروں طرف بھوکے شیروں کا ازدحام ہے، خونخوار بھیڑیے اپنے جبڑے کھولے شکار کی تلاش میں ہیں اور انھیں سامنے صنف نازک کی شکل میں جو تازہ تازہ شکار نظر آ رہا ہے سب اس کے درپے ہیں۔ اُف، یہ ہے وہ امریکی لڑکی جس کی جوانی پر سب نے نظریں گاڑ رکھی ہیں!! اس کے گھر والوں کو قطعاً کوئی فکر نہیں ہوتی کہ گھر سے باہر قدم رکھنے والی ان کی عزت و آبرو کس قسم کے پیشہ سے معاش کما رہی ہے، محنت و مشقت سے یا عصمت و عزت فروخت کر کے؟ کبھی بھول کر پوچھتے بھی نہیں کہ ان کی یہ لڑکی اپنے ہاتھ کی کمائی کھا رہی ہے یا آبرو کی!! کسی آفس میں سیکرٹری کے عہدے پر اپنی جسمانی نمائش کر کے تنخواہ پا رہی ہے یا کسی شوروم میں ماڈلنگ کر کے!!.....اور ہاں، یہ مرض صرف امریکہ ہی میں نہیں بلکہ مغربی تہذیب کے نقش قدم پر چلنے والے تمام ملکوں میں پایا جاتا ہے.....!!'' (سنہری کرنیں، صفحہ:143)

حدود اللہ اور معافی

مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ



«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَقِيْلُوْا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ»

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حیثیت والوں کی لغزشیں معاف کردیا کرو۔ مگر اللہ کی حدود میں کوئی معافی نہیں۔'' (سنن أبي داود: 4375)

نبی کریم ﷺ نے چھوٹی موٹی باتوں میں اہل حیثیت لوگوں سے درگزر کرنے کی تلقین فرمائی، البتہ حدود اللہ میں ان سے بھی کوئی رعایت نہیں برتی۔ حدود یعنی شرعی منصوص و متعین سزائیں ان سے وہ بھی مستثنیٰ نہیں، حدود کے علاوہ فروگزاشتوں میں ان سے ممکنہ نرمی اور رعایت برتنے کی تلقین فرمائی ہے۔ حدیث مذکور کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ ''صاحبان اقتدار لوگ، حدود کے سوا دیگر لغزشوں میں درگزر سے کام لیں۔'' دوسرے معنی کے لحاظ سے ذوی الھیئات سے مراد صاحب حیثیت لوگ ہیں۔ یہاں صاحبِ حیثیت سے مراد اصحاب علم و فضل ہیں۔ جن کی مذہبی و ملی خدمات اور علمی کارناموں سے لوگ آشنا ہوں۔ ایسے لوگ بھی آخر انسان ہوتے ہیں۔ ان سے بھی بتقاضائے بشریت بھول چُوک، لغزش، خطا اور غلطی ہوسکتی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی غلطی کو اچھالنا اور اجالنا نہیں چاہیے۔ ایسے لوگوں کے پیچھے پڑے رہنا اور ان پر بہت زیادہ نظر رکھنا مناسب نہیں۔ ان سے اگر کوئی لغزش یا کوتاہی ہوجائے تو انھیں معاف کردینا چاہیے۔ اصلاح معاشرہ کے لحاظ سے درگزر اور معافی کا رویہ ہی بہتر اور موزوں ہے۔ جیسے رسول پاک ﷺ نے بدری صحابی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا سنگین جرم معاف فرمادیا تھا۔ جہاد سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع، کعب بن مالک رضی اللہ عنہم اور احد کے تیراندازوں کے ساتھ بھی رعایت فرمائی تھی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ناروا جملہ کو بھی معاف فرمادیا تھا، جو آپ رضی اللہ عنہ نے غامدیہ ''مرجومہ'' کے بارے میں بولا تھا۔ لیکن یہ معافی تنفیذ حدود سے نیچے کے جرائم و معاصی میں ہے۔ اور جو جرائم تنفیذ حدود کی دیواروں تک پہنچیں ان میں معافی نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بدکاری کی مرتکب عورت کو سنگسار کرادیا۔ عفیفۂ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والے تین صحابہ حسان، مسطح اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم پر حد قذف اور قبیلہ بنومخزوم کی فاطمہ پر حد سرقہ جاری فرمائی۔ خطا اور حد میں فرق کرنا ہر کسی کا کام نہیں یہ اصحاب بصیرت اور ارباب فضل وکمال کا کام ہے۔ ایک مثال سے بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ مثلاً ایک آدمی کا کوئی نوکر ہے۔ مالک نے اسے گالیاں دیں۔ اگلے روز مارا پیٹا۔ کچھ دنوں بعد اس کا دو ایک دن کے لیے کھانا بند کردیا۔ ایک دن مالک ایسا مغلوب الغضب ہوا کہ اسے قتل ہی کردیا۔ مالک کا پہلا گناہ معاف کیا جاسکتا ہے، دوسرا بھی۔ اسی طرح تیسرا بھی لیکن قتل کرنے کا ایسا گناہ ہے جو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ قتل عمد کرنے سے اس کے مالک پر حد لگے گی۔ اس حدیث میں یہی بات بتلائی گئی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیے کہ ہر شخص حد نہیں لگاسکتا ہے قانون لگا سکتا ہے۔ خود حد لگانے کی اجازت نہ ملکی قانون میں ہے نہ شرعی قانون میں۔ اللہ کرے ملک میں شرعی قانون نافذ ہو تاکہ مجرمین کیفر کردار تک پہنچیں۔ ہم صرف اخلاقی اور معاشرتی دباؤ ڈال سکتے ہیں یا تبلیغ و دعوت کے ذریعے برائی روکنے کی کوشش کرسکتے ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ ہمیں اپنے طور پر خود اصلاح کا سلسلہ ضرور جاری رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے تھوڑے یا زیادہ کچھ نہ کچھ فوائد یقیناً ہوتے ہیں۔





حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ (مدیر شعبہ تحقیق دارالسلام)

رمضان المبارک

فضیلت، احکام اور کرنے کے کام





ماہِ رمضان کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کو بہت سے خصائص وفضائل کی وجہ سے دوسرے مہینوں کے مقابلے میں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ جیسے:

- اس ماہ مبارک میں قرآنِ مجید کا نزول ہوا۔
- اس کے عشرۂ اخیر کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر ہے۔
- رمضان کی ہر رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔
- ماہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔
- سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کو سنوارتا اور مزین فرماتا ہے اور پھر جنت سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ میرے نیک بندے اس ماہ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اور مجھے راضی کر کے تیرے پاس آئیں گے۔
- جب تک روزے دار روزہ افطار نہیں کرلیتے، فرشتے ان کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔
- روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کا استقبال اس طرح کرتے ہیں کہ غفلت کے پردے چاک کر دیتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کے ساتھ یہ عزم صادق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس ماہِ مبارک کی عظمتوں اور سعادتوں سے ایک مرتبہ پھر نوازا ہے تو ہم اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس کی فضیلتیں حاصل کریں گے اور اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، اعمال صالحہ بجا لانے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹنے میں صرف کریں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ اس مہینے کے کون سے وہ اعمالِ صالحہ ہیں جن کی خصوصی فضیلت اور تاکید بیان کی گئی ہے۔

ماہِ رمضان کے خصوصی اعمال

① روزہ

سب سے اہم عمل روزہ رکھنا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے اس کا اجر اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے لیکن روزے کی بابت اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ یہ عمل (چونکہ) خالص میرے لیے ہے، اس لیے میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ (کیونکہ) روزے دار صرف میری خاطر اپنی جنسی خواہش، کھانا اور پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اسے روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اسے اس وقت حاصل ہو گی جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''
(صحيح مسلم: 1151)

ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (اخلاص سے) رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''
(صحيح البخاري: 1901)

یہ فضیلت اور اجرِ عظیم صرف کھانا پینا چھوڑ دینے سے حاصل نہیں ہو جائے گا بلکہ اس کا مستحق صرف وہ روزے دار ہو گا جو صحیح معنوں میں روزوں کے تقاضے بھی پورے کرے گا۔ فرمانِ نبوی ہے: ''جس نے (روزہ رکھ کر) جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔'' (صحيح البخاري: 1903)

اور فرمایا: ''روزہ ایک ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ دل لگی کی باتیں کرے نہ شور و شغب۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنے کی کوشش کرے تو (اس کو) کہہ دے کہ میں تو روزے دار ہوں۔''
(صحيح البخاري: 1904)

یعنی جس طرح ڈھال کے ذریعے سے انسان دشمن کے وار سے اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ اسی طرح جو روزے دار روزے کی ڈھال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں سے بچے گا، اس کے لیے ہی یہ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ثابت ہو گا۔

② قیام اللیل

دوسرا عمل قیام اللیل ہے، یعنی راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں عجز و نیاز کا اظہار کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت (اخلاص) سے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''
(صحيح البخاري: 2009)

③ صدقہ و خیرات

تیسرا عمل صدقہ و خیرات کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ بھلائی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ کی سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں ہوتی تھی، اس مہینے میں (قرآن کا دور کرنے کے لیے) آپ سے جبریل علیہ السلام ملتے تو آپ کی سخاوت اتنی زیادہ اور اس طرح عام ہوتی جیسے تیز ہوا ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔'' (صحيح مسلم: 2308)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں عام دنوں کے مقابلے میں صدقہ و خیرات کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

④ روزے کھلوانا

ایک عمل روزے کھلوانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا تو اس کو بھی روزے دار کی مثل اجر ملے گا بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ روزے دار کے اجر میں کوئی کمی کرے۔'' (جامع الترمذي: 807)

⑤ کثرت تلاوت

قرآن کریم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا، اس لیے قرآن کریم کا رمضان المبارک سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہِ مبارک میں نبی اکرم ﷺ جبریل امین علیہ السلام

کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ اور صحابہ و تابعین بھی اس ماہ میں کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرتے تھے۔ توجہ اور اہتمام سے روزانہ دس پاروں کی تلاوت کافی ہے، باقی اوقات میں انسان دوسری عبادات کا اہتمام کرسکتا ہے یا قرآن کریم کے مطالب و معانی کے سمجھنے میں صرف کرسکتا ہے کیونکہ جس طرح تلاوت مستحب و مطلوب ہے اسی طرح قرآن میں تدبر کرنا اور اس کے مطالب و معانی کو سمجھنا بھی پسندیدہ اور امرِ مؤکد ہے۔

⑥ تلاوت قرآن میں خوف و بکا کی مطلوبیت

قرآن کریم کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اس کو پڑھتے اور سنتے وقت انسان پر خوف اور رقت کی کیفیت بھی طاری ہونی چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب پڑھنے اور سننے والے مطالب و معانی سے واقف ہوں۔ اس لیے قرآن کو شعروں کی سی تیزی اور روانی سے پڑھنے کی ممانعت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو محض تاریخ و قصص کی کتاب نہ سمجھا جائے بلکہ اسے کتاب ہدات سمجھ کر پڑھا جائے۔

⑦ اعتکاف

رمضان کی ایک خصوصی عبادت اعتکاف ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ رمضان کے آخری دس دن، رات دن مسجد کے ایک گوشے میں گزارتے اور دنیوی معمولات اور تعلقات ختم فرما دیتے۔ نبی اکرم ﷺ اتنی پابندی سے اعتکاف فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ اعتکاف نہ بیٹھ سکے تو آپ نے شوال کے آخری دس دن اعتکاف فرمایا۔

(صحيح البخاري:2041)

اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے رمضان میں دس دن کی بجائے 20 دن اعتکاف فرمایا۔ (صحيح البخاري: 2044)

اعتکاف کے معنی ہیں: ''جھک کر یکسوئی سے بیٹھ رہنا'' اس عبادت میں انسان صحیح معنوں میں سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں یکسو ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کی ساری توجہ اس امر پر مرکوز رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے، چنانچہ وہ اس گوشہ خلوت میں بیٹھ کر توبہ و استغفار کرتا ہے، نوافل پڑھتا ہے، ذکر و تلاوت کرتا ہے، دعا والتجا کرتا ہے اور یہ سارے ہی کام عبادات ہیں۔ اس اعتبار سے اعتکاف گویا مجموعۂ عبادات ہے۔

اعتکاف کے ضرور مسائل

① اس کا آغاز 20 رمضان المبارک کی شام سے ہوتا ہے۔ مُعتکِف (اعتکاف کرنے والا) مغرب سے پہلے مسجد میں آجائے اور صبح فجر کی نماز پڑھ کر مُعتکَف (جائے اعتکاف) میں داخل ہو۔

② اس میں بلاضرورت مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

③ بیمار کی مزاج پرسی، جنازے میں شرکت اور اس قسم کے دیگر رفاہی اور معاشرتی امور میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ہے۔

④ البتہ بیوی آکر مل سکتی ہے، خاوند کے بالوں میں کنگھی وغیرہ کرسکتی ہے۔ خاوند بھی اسے چھوڑنے کے لیے (اگر گھر قریب ہو تو) گھر تک جا سکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی انتظام نہ ہو اور گھر بھی قریب ہو تو اپنی ضروریات زندگی لینے کے لیے گھر جا سکتا ہے۔

⑤ غسل کرنے اور چارپائی استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے۔

⑥ اعتکاف جامع مسجد میں کیا جائے، یعنی جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو۔

⑦ عورتیں بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں لیکن ان کے لیے اعتکاف بیٹھنے کی جگہ مساجد ہی ہیں نہ کہ گھر جیسا کہ بعض مذہبی حلقوں میں گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کا سلسلہ ہے۔ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف بیٹھتی رہی ہیں اور ان کے خیمے مسجد نبوی ہی میں لگتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں وضاحت موجود ہے اور قرآنِ مجید کی آیت ﴿وَاَنْتُمْ

عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾ سے بھی واضح ہے۔

اس لیے عورتوں کا گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کا رواج بے اصل اور قرآن و حدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔ تاہم چونکہ یہ نفلی عبادت ہے، بنا بریں جب تک کسی مسجد میں عورتوں کے لیے الگ مستقل جگہ نہ ہو، جہاں مردوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بالکل نہ ہو، اس وقت تک عورتوں کو مسجدوں میں اعتکاف نہیں بیٹھنا چاہیے۔

⑧ لیلۃ القدر کی فضیلت کا حصول

لیلۃ القدر، جس کی یہ فضیلت ہے کہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ اور اسے مخفی رکھنے میں بھی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ایک مومن اس کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے پانچوں راتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرے۔

نبی ﷺ نے اس کی فضیلت میں بیان فرمایا ہے: ''جس نے شب قدر میں قیام کیا، (یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

(صحيح البخاري: 2014)

اس طرح نبی کریم ﷺ نے اسے تلاش کرنے کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ فرمایا: ''مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی لیکن (اب) اسے بھول گیا (یا مجھے بھلا دیا گیا) پس تم اسے رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

(صحيح مسلم: 1167)

⑨ آخری عشرے کا نبوی معمول

یہ بات واضح ہے کہ رمضان کے آخری عشرے ہی میں اعتکاف کیا جاتا ہے اور اسی عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر بھی ہے جس کی تلاش و جستجو میں ان راتوں کو قیام کرنے اور ذکر و عبادت میں گزارنے کی تاکید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس عشرۂ اخیر میں عبادت کے لیے خود بھی کمر کس لیتے اور اپنے گھر والوں کو بھی حکم دیتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ رات کا بیشتر حصہ جاگ کر گزارتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور (عبادت میں) خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے۔ (صحیح مسلم: 1174)

ایک اور روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں (ذکر و عبادت کے لیے) جتنی محنت کرتے تھے اور دنوں میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: 1175)

⑩ لیلۃ القدر کی خصوصی دعا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دعا پڑھو: «اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ» ''اے اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے، معاف کرنا تجھے پسند ہے، پس تو مجھے معاف فرما دے۔'' (جامع الترمذی: 3513)

⑪ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا

رمضان المبارک میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ (صحيح البخاري: 1782)

⑫ نماز اشراق کی فضیلت

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، پھر (مسجد میں) بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل آیا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کو ایک حج اور عمرے کے مثل اجر ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پورے حج و عمرے کا، پورے حج و عمرے کا، پورے حج و عمرے کا۔ (جامع الترمذی: 586)

یہ فضیلت عام ہے۔ رمضان اور غیر رمضان دونوں حالتوں میں مذکورہ دو رکعتوں کی وہی فضیلت ہے جو اس میں بیان کی گئی ہے۔ اسے

اعمالِ رمضان میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عام دنوں میں تو ہر مسلمان کے لیے اس فضیلت کا حاصل کرنا مشکل ہے۔ تاہم رمضان میں جبکہ نیکی کرنے کا جذبہ زیادہ قوی اور ثواب کمانے کا شوق فراواں ہوتا ہے، اس لیے رمضان المبارک میں تو یہ فضیلت حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

⑬ کثرت دعا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے احکام ومسائل کے درمیان دعا کی ترغیب بیان فرمائی ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾ ''جب میرے بندے آپ سے میری بابت پوچھیں تو میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ کو پکارے، لوگوں کو چاہیے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔'' (البقرة 2:186)

اس سے علماء اور مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا اس اندازِ بیان سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ رمضان المبارک میں دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام کیا جائے کیونکہ روزہ ایک تو اخلاص عمل کا بہترین نمونہ ہے۔ دوسرے، روزے کی حالت میں انسان نیکیاں بھی زیادہ سے زیادہ کرتا ہے، راتوں کو اٹھ کر اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے اور توبہ و استغفار بھی کرتا ہے۔ اور یہ سارے عمل انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں۔

⑭ حق تلفیوں کا ازالہ اور گناہوں سے اجتناب کریں

یہ مہینہ توبہ و استغفار اور اللہ کی رحمت و مغفرت کا مہینہ ہے، یعنی اس میں ایک مسلمان کثرت سے توبہ و استغفار کرتا ہے اور توبہ و استغفار سے حقوق اللہ میں روا رکھی گئی کوتاہیاں تو شاید اللہ تعالیٰ معاف فرما دے لیکن حقوق العباد سے متعلق کوتاہیاں اس وقت تک معاف نہیں ہوں گی، جب تک دنیا میں ان کا ازالہ نہ کرلیا جائے۔ جب تک ایک مسلمان اس طرح تلافی اور ازالہ نہیں کرے گا اس کی توبہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس طرح وہ کسی اور معاملے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا ارتکاب کر رہا ہے، مثلاً: رشوت لیتا ہے، سود کھاتا ہے، حرام اور ناجائز چیزوں کا کاروبار کرتا ہے یا کاروبار میں جھوٹ اور دھوکے سے کام لیتا ہے تو جب تک ان گناہوں اور حرکتوں سے بھی انسان باز نہیں آئے گا اس کی توبہ بے معنی اور مذاق ہے۔

⑱ بغض وعناد سے پاک دل

اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا مستحق بننے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم آپس میں اپنے دلوں کو ایک دوسرے کی بابت بغض وعناد سے پاک کریں، قطع رحمی سے اجتناب کریں اور تعلقات بحال کریں۔ ورنہ یہ قطع رحمی، ترک تعلق اور باہم بغض وعناد بھی مغفرت الٰہی سے محرومی کا باعث بن سکتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کو معاف کر دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، سوائے اس آدمی کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی اور بغض ہو۔ ان کی بابت کہا جاتا ہے کہ جب تک یہ باہم صلح نہ کرلیں اس وقت تک ان کی مغفرت کے معاملے کو مؤخر کردو۔ صلح کرنے تک ان کے معاملے کو مؤخر کردو۔ باہم صلح کرنے تک ان کے معاملے کو مؤخر کر دو۔ (صحیح مسلم: 2565) اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپس میں بغض و عناد اور ترک تعلق کتنا بڑا جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام اعمال سے بچائے جو جنت میں جانے سے رکاوٹ بن سکتے ہیں اور ایسے اعمال کرنے کی توفیق سے نوازے جو ہمیں رحمت ومغفرت الٰہی کا مستحق بنا دیں۔ (آمین)



ابوانس

غیر معروف مگر صحیح یا حسن احادیث

① نبی ﷺ کی طرف سے خوشخبری

سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَبْشِرُوا! فَإِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ سَبَبٌ طَرَفُهُ بِيَدِاللّٰهِ وَطَرَفُهُ بِأَيْدِيكُمْ فَتَمَسَّكُوا بِهِ، فَإِنَّهُ لَنْ تَهْلِكُوا، وَلَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَداً» ''تمھیں بشارت ہو! بس اس قرآن (رسّی) کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمھارے ہاتھ میں، لہٰذا اسے مضبوطی سے تھام لو۔ یقیناً تم اس کے ہوتے ہوئے ہلاکت سے دوچار ہوگے اور نہ کبھی گمراہ ہوگے۔'' (السلسلة الصحيحة، حديث:713)

② شراب کی وجہ سے کتنے ہی لوگ لعنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں!!

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَعَنَ الْخَمْرَ، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَشَارِبَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَسَاقِيَهَا وَمُسْتَقِيَهَا» ''جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد ﷺ! بے شک اللہ عزوجل نے شراب پر (اور اس کی وجہ سے حسب ذیل لوگوں پر) لعنت فرمائی ہے: ① (دوسروں کے لیے) شراب نچوڑنے (تیار کرنے) والے پر۔ ② اپنے لیے شراب نچوڑنے والے پر۔ ③ شراب پینے والے پر۔ ④ اٹھانے (لوڈنگ ان لوڈنگ کرنے) والے پر۔ ⑤ جس کی طرف شراب لیجائی جارہی ہو اس پر ⑥ شراب فروخت کرنے والے پر۔ ⑦ شراب خریدنے والے پر ⑧ شراب پینے والے پر ⑨ شراب پلانے والے پر۔'' (السلسلة الصحيحة، حديث:839)

③ کافر پر بھی ظلم روا نہیں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اِتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، وَإِنْ كَانَ كَافِراً، فَإِنَّهُ لَيْسَ دُونَهَا حِجَابٌ» ''مظلوم کی بددعا سے بچو! اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اس بددعا (اور اللہ) کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔'' (مسند أحمد: 153/3)

④ مسلمان کا بیمار ہونا

رسول اللہ ﷺ سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ بیماری کی شدت سے تڑپ رہی ہیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ام علاء! آپ خوش ہوجائیں!! مسلمان کو مرض لاحق ہو تو اللہ اس کے ذریعے اس کے گناہ ایسے ختم کردیتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کو میل کچیل سے صاف کردیتی ہے۔'' (سنن أبي داود: 3092، والسلسلة الصحيحة: 714)

⑤ پہلی امتوں کی خامیاں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «سَيُصِيبُ أُمَّتِي دَاءُ الْأُمَمِ» ''میری امت سابقہ امتوں کی بیماریوں میں مبتلا ہوگی۔'' صحابہ نے عرض کی کہ سابقہ امتوں کی بیماریاں کیا ہیں؟ فرمایا: ① اَلْأَشَرُ: خودپسندی، ڈھینگیں مارنا۔ ② وَالْبَطَرُ: غرور و تکبر۔ ③ التَّكَاثُرُ: کثرت و اضافے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔ ④ التَّنَاجُشُ فِي الدُّنْيَا: دنیاداری میں ایک دوسرے سے بڑھ کر دھوکا وغیرہ دینا۔ ⑤ وَالتَّبَاغُضُ: آپس میں بغض رکھنا۔ ⑥ وَالتَّحَاسُدُ: باہم حسد کا شکار ہو جانا۔ حتی کہ ظلم و ستم ہونے لگ جانا۔ (المستدرك للحاكم: 168/4، والسلسلة الصحيحة: 680)



مولانا محمد عثمان منیب

مشہور مگر ضعیف یا موضوع روایات

انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اس کی زبان پر ہے۔ زبان کا صحیح استعمال انسان کو زیرو سے ہیرو اور ہیرو سے زیرو بنا دیتا ہے۔ اس لیے کوئی حرف زبان پر لانے سے پہلے یہ غور کرنا ازحد ضروری ہے۔ علماء اور عوام کا ایک بڑا طبقہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسا کچھ نہیں فرمایا ہوتا۔ وہ بات نہ قرآن میں ہوتی ہے نہ صحیح سند سے رسول اللہ ﷺ سے ایسا ثابت ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں سے مدد طلب کرتے ہیں اور اولاد مانگتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا نہ کرو تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ یہ بھی تو اللہ نے بنائے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں قطعاً اس مقصد کے لیے نہیں بنایا۔ یہ سراسر اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے انسان کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔ یہی حال رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب باتوں میں ہے کہ ہر ایرے غیرے کی بات کو حدیث رسول بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے، حالانکہ اس بارے میں بڑی سخت وعید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» ''جس نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم کی آگ بنا لے۔'' (مسند أحمد: 65/1)

بعض روایات میں ہے ''جان بوجھ کر'' اور بعض میں ہے ''جھوٹ منسوب کیا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ دانستہ یا غیر دانستہ سچ یا جھوٹ ''نصرت'' کے لیے یا مخالفت میں، فضائل میں ہو یا احکامات وعقائد میں، کسی طرح بھی کوئی بات رسول اکرم ﷺ کی منسوب کرنا جبکہ صحیح سند کے ساتھ مروی نہ ہو، حرام اور باعث عذاب ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کے حوالے سے یہ بات معروف ہے کہ وہ فضائل میں ضعیف احادیث کو بیان کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ بات درست نہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ



رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث کی دو قسمیں ہیں: صحیح اور ضعیف۔ وہ حسن لغیرہ کو بھی ضعیف کی قسم میں شمار کرتے ہیں اور اسی کے بارے میں ان کی رائے ہے کہ اس پر عمل کرنا قیاس کرنے سے بہتر ہے۔ گویا ان کے نزدیک جن روایات میں ضعف معمولی ہے اور اس کے دیگر طرق بھی ہیں تو اس پر فضائل میں عمل کیا جاسکتا ہے نہ کہ شدید ضعف والی روایات پر۔ (منهاج السنه: 160/4) یہی بات ابن قیم رحمہ اللہ نے کی ہے اور ساتھ یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ حدیث کسی صحیح اثر یا مرفوع حدیث کے مخالف بھی نہ ہو۔ (اعلام الموقعين: 31/1) جمہور فقہا اور محدثین تقریباً اس بات پر متفق ہیں اور مزید شرائط یہ بھی عائد کرتے ہیں کہ اس کام پر عمل کرتے ہوئے اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے اور بیان کرتے ہوئے ساتھ ضعف کی وضاحت بھی کردی جائے۔ راجح بات یہ ہے کہ جب کسی بات کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کرنی ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی سند صحیح ہو یا شواہد اور متابعات کی بنا پر حسن یا صحیح ہو۔

امت مسلمہ کے اختلاف کا ایک بہت بڑا سبب وہ ضعیف اور من گھڑت روایات ہیں جنھیں محدثین نے سند کے ساتھ لوگوں کو یہ بتانے کے لیے درج کردیا کہ یہ روایت بھی نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہے لیکن اس کی سند یہ ہے، اس کی تحقیق کرلی جائے یا بعض محدثین نے خود سبب ضعف بھی واضح کردیا۔ لیکن کچی پکی روٹی پڑھنے والے یا تقلیدی فقہ کی آبیاری میں عمریں برباد کرنے والے جب منبر ومحراب کے وارث بنے تو علمی لیاقت سے دست تہی کی وجہ سے وہ کتابوں میں درج روایات کو صحیح اور غلط کی تمیز کیے بغیر لینے پر مجبور ہوئے۔ اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو آج بھی لوگ جن سے اپنا دین لیتے ہیں ان میں نوّے فیصد لوگ وہ ہیں جنھیں صحیح اور ضعیف کا سرے سے علم ہی نہیں۔ وہ ہر اس بات کو رسول اکرم ﷺ کا فرمان سمجھتے ہیں جس کے ساتھ لفظ حدیث درج ہو۔ دوسری طرف مقلد (لام کے زبر کے ساتھ) اماموں کے تقدس کی آڑ میں احادیث رسول کے تقدس کو اس طرح پامال کیا گیا کہ امام کے موقف کی تائید کے لیے متروک اور من گھڑت روایات کو اتنا رواج دیا گیا کہ لوگ صحیح احادیث کو غلط سمجھنے لگے۔ اب صورت حال بایں جا رسید کہ جہالت میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں لیے اور بڑے بڑے جبوں میں ملبوس ''مذہبی رہنما'' میڈیا پر بیٹھے صبح وشام من گھڑت روایات کی تشہیر کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ فضائل تو کیا عقائد تک میں من گھڑت روایات بڑی دیدہ دلیری اور سینہ زوری سے بیان کی جارہی ہیں جس سے اختلاف و انتشار کی خلیج بڑھتی چلی جارہی ہے۔ دین کے نام پر جس کا جو جی چاہے کہہ دے اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں کہ آخر تو نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بات کو منسوب کیا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ ایسے حالات میں ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی اس طرح کا سلسلہ شروع کیا جائے جس میں لوگوں کو زبان زدِ عام مگر ضعیف اور من گھڑت روایات سے آگاہ کیا جائے تاکہ عام لوگ یہ جان سکیں کہ جو کچھ وہ اعتقاد رکھتے ہیں یا عمل کرتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگرچہ محدثین نے اس پر بہت زیادہ کام کیا ہے لیکن وہ بیشتر عربی میں ہے۔ خصوصاً عصر حاضر کے عظیم محدث شیخ البانی رحمہ اللہ کی خدمات اس سلسلے میں گراں قدر ہیں۔ ہم ضیائے حدیث میں باقاعدہ یہ سلسلہ شروع کر رہے ہیں تاکہ قارئین کو ضعیف اور من گھڑت روایات سے آگاہ کرسکیں۔ ہم ان شاء اللہ! سلف محدثین ہی کی توضیحات کو قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ فی الحال زمانی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے ان احادیث کو پیش کیا جارہا ہے۔

ماہِ رمضان کے حوالے سے ضعیف روایات

ابتدائے رمضان کے حوالے سے چند ضعیف روایات پیش کی جاتی ہیں:

«حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدَّى فِيهِ فَرِيضَةً كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَهُوَ



شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يَزْدَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ،مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيءٌ، قَالُوا: لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَايُفَطِّرُ الصَّائِمَ، فَقَالَ: يُعْطِي اللّٰهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى تَمْرَةٍ أَوْشَرْبَةِ مَاءٍ أَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ، وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ. مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ غَفَرَاللّٰهُ لَهُ وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ وَاسْتَكْثِرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: خَصْلَتَيْنِ تُرْضُونَ بِهِمَا رَبَّكُمْ وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنًى بِكُمْ عَنْهُمَا، فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُونَ بِهِمَا رَبَّكُمْ: فَشَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَتَسْتَغْفِرُونَهُ، وَأَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنًى بِكُمْ عَنْهُمَا: فَتَسْأَلُونَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعُوذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ أَشْبَعَ فِيهِ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ.

’’سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’اے لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ ایسا مہینہ جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض اور اس کی راتوں کا قیام نفل ٹھہرایا ہے۔ جس نے اس مہینے میں قرب الٰہی کے لیے کوئی نفلی نیکی کی وہ عام دنوں میں فرض ادا کرنے کے برابر ہے۔ اور جس نے اس مہینے میں فرض ادا کیا وہ عام دنوں میں ادا کیے گئے ستر فرضوں کے برابر ہوگا۔ وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ وہ غم خواری کا مہینہ ہے۔ اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی کا روزہ افطار کرایا تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور اس کی گردن جہنم سے آزاد کردی جائے گی اور اسے روزے دار کے برابر اجر ملے گا اس طرح کہ روزہ افطار کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ لوگوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک روزہ افطار کروانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمادے گا جو ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ یا ایک گھونٹ دودھ سے افطار کروادے۔ اس مہینے کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ جس نے اپنے غلام یا ملازم کے کام میں تخفیف کی اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور آگ سے آزادی عطا کرے گا۔ اس میں چار کام کثرت سے کرو۔ دو کام تو وہ ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو کام وہ ہیں جن کے بغیر تمھارا چارہ نہیں۔ رہے دو کام جن کے ذریعے سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے تو وہ لا إله إلا الله کی گواہی اور استغفار ہے اور جن دو کاموں کے بغیر تمھارا چارہ نہیں وہ یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ طلب کرو۔ اور جس نے اس مہینے میں روزے دار کو پیٹ بھر کر کھلایا پلایا، اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پلائے گا جس سے اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔‘‘

تحقیق وتخریج: اس روایت کو امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ، رقم: 1887 کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام بیہقی نے شعب الإیمان میں رقم 3336 کے تحت علی بن زید بن جدعان کے طریق سے بیان کیا ہے۔ مزید برآں محاملی نے الأمالی اور واحدی نے الوسیط میں اسی ابن جدعان کے طریق سے نقل کیا ہے۔

حکم حدیث: اس روایت کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔ مذکورہ سند میں دو خرابیاں ہیں: ① یوسف بن زیاد ہندی بصری، جس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ اسے امام بخاری، ابوحاتم، زکریا الساجی نے منکر الحدیث کہا ہے۔ امام نسائی نے کہا ہے: یہ معتبر آدمی نہیں ہے۔ امام دارقطنی نے کہا ہے: یہ باطل روایات بیان کرنے میں معروف ہے۔ ② دوسری خرابی یہ ہے کہ اس سند کا دارومدار علی بن زید بن جدعان پر ہے۔ اس کو تقریباً تمام محدثین نے ضعیف، یعنی ناقابل اعتبار کہا ہے۔ امام بیہقی کی سند کا دارومدار بھی ابن جدعان پر ہے تاہم اس سے پہلے انھوں نے ایک دوسری سند بھی ذکر کی ہے لیکن اس سند میں ایاس بن عبدالغفار مجہول راوی ہے اور اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں، نیز ابوبکر اسماعیل بن محمد الضریر کے حالات زندگی بھی معلوم نہیں ہوسکے جیسا کہ شعب الإیمان کے محقق ڈاکٹر عبدالعلی عبدالحمید نے صراحت کی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سلسلہ احادیث ضعیفہ میں منکر کہا ہے۔ (السلسلة الضعيفه: 1569,871) امام ابن خزیمہ



رحمہ اللہ نے اس پر یوں باب قائم کیا ہے: ''رمضان کے مہینے کے فضائل اگر روایت صحیح ہو تو؟'' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

نوٹ: اس روایت کے بعض جملے دیگر صحیح روایات سے ثابت ہیں، جیسے لیلۃ القدر کی فضیلت۔ روزے دار کو افطار کرانے والے کے لیے روزے دار کے برابر ثواب۔ یہ مہینہ صبر والا ہے۔ جہاں تک ماہ رمضان کو تین حصوں رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی کی تقسیم کا تعلق ہے تو یہ بات بہت زیادہ معروف ہے اور ہر عشرے کی دعائیں بھی بنائی ہوئی ہیں لیکن یہ درست نہیں بلکہ صحیح حدیث میں اس کے برعکس یہ بتایا گیا ہے رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ (جامع الترمذی: 682) اس لیے یہ پورا مہینہ رحمت بخشش اور جہنم سے آزادی کا ہے۔

«حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ سَعِيدٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَحَادَةَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ بْنَ عَبدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ وَافَقَ مَوْتُهُ عِنْدَ انْقِضَاءِ رَمَضَانَ، دَخَلَ الْجَنَّةَ .....»

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو رمضان کے آخر روز فوت ہوا وہ (سیدھا) جنت میں داخل ہوا.....۔''

تحقیق وتخریج: اس روایت کو ابونعیم اصفہانی نے اپنی کتاب حلیۃ الأولیاء (270/2) میں نقل کیا ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں: غریب من حدیث طلحۃ، لم نکتبہ إلا من حدیث نضر عن ہمام. یعنی یہ حدیث طلحہ کے طریق سے مروی ہے اور ہمیں صرف نضر عن ہمام کے واسطے سے ملی ہے اور اس میں غرابت پائی جاتی ہے۔ نصر بن حماد بن عجلان البجلی ابوحارث الوراق بالاتفاق ضعیف راوی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے کذاب کہا ہے اور ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے وہ متروک راوی ہے۔ (تاریخ اسلام) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی مطلقاً ضعیف کہا ہے۔ (تقریب) اس روایت کا دارومدار اسی سند پر ہے اور اس کے علاوہ اس کی کوئی سند نہیں۔ اس لیے ہمارے ہاں جو یہ معروف ہے کہ جو رمضان میں فوت ہو وہ پکا جنتی ہے، درست نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے رکھے گئے روزے پر جس شخص کا خاتمہ ہو وہ جنتی ہے۔ (صحیح الترغیب: 985)

«حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ مُطَوِّسٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ عَنِ أَبِي الْمُطَوِّسِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللّٰهُ لَهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ»

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان میں روزہ چھوڑ دے بغیر کسی رخصت کے جو اللہ نے دی ہے تو زمانہ بھر کے روزے بھی اس کی تلافی نہیں کر سکیں گے۔''

تحقیق وتخریج: اس روایت کو امام ابوداؤد نے رقم 2396 کے تحت، امام ترمذی نے رقم 723، امام ابن ماجہ نے رقم 1672 کے تحت ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بیشتر محدثین نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ اکثر محدثین کی روایت کا دارومدار ابن مطوس پر ہے۔ وہ اور اس کا باپ دونوں مجہول راوی ہیں، یعنی ان کے حالات کا علم نہیں کہ وہ کون اور کیسے تھے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ ضعیف ابوداؤد مفصل میں اس حدیث کی بابت لکھتے ہیں: اس حدیث میں تین خرابیاں ہیں: ① اس میں اضطراب ہے، بعض کے نزدیک مذکورہ راوی، جس پر سند کا دارومدار ہے، ابوالمطوّس ہے۔ بعض کے نزدیک ابن المطوس ہے اور بعض اسے مطوس کہتے ہیں۔ ② دوسری اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ اور اس کا باپ دونوں مجہول راوی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صیغہ تمریض کے ساتھ اسے معلق بیان کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی إن صح الخبر کہہ کر اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تاہم طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً ان کا قول نقل کیا ہے اور یہی بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ اصلاً یہ روایت موقوف ہے۔ واللہ أعلم۔

حافظ عبدالوحید سوہدروی

معاملات میں آسانی



معاملات میں آسانی کا تصور ہمیں اسلام نے عطا فرمایا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوا» ''آسانی پیدا کرو اور مشکل مت پیدا کرو۔''(صحيح البخاري: 69) ہم آج کل کے مسلمان جس طرح دیگر احکاماتِ اسلامی پر عمل پیرا نہ ہوکر بہت سارے دینی اور دنیوی مفادات سے محروم ہیں اسی طرح ہم اس چھوٹی سی ہدایت کو بھلا کر اپنے لیے آسانی کا دروازہ بند کر کے مشکلات کا دروازہ کھول لیتے ہیں۔ کافر لوگ بلا نیتِ ثواب ہماری بعض اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے کم از کم دنیاوی فوائد سے تو متمتع ہو رہے ہیں۔

جب کوئی شخص اپنے ملک سے آ کر امریکہ رہنا شروع کرتا ہے تو اسے یہاں کی ہر چیز انوکھی نظر آتی ہے۔ اور یہ ایک قدرتی بات ہے۔ بالکل اُسی طرح جیسا کہ کوئی شخص لاہور سے کراچی یا کراچی سے لاہور جائے تو اسے انوکھا پن نظر آتا ہے۔ امریکہ میں جب لوگوں کو سرکاری محکموں سے واسطہ پڑتا ہے تو ہمیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ ہر کام یہاں پر کتنا آسان ہے۔ بعض دفعہ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے مگر وہ ہمارے ملک کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ ہمارے ہاں تو ایک چھوٹا سا کام بھی آسانی سے نہیں ہوتا۔ چپڑاسی سے لے کر بڑے افسر تک ہر کوئی روڑے اٹکانے میں لگا رہتا ہے۔ ان کا یہ رویہ ہمارے اوپر ایک عذاب سے کم نہیں۔ پھر آپ کا کام یا تو سفارش سے ہوگا یا رشوت سے۔ مگر امریکہ کا معاملہ مختلف ہے۔ یہاں کے حالات اپنے ہم وطنوں کو بتانے کی غرض صرف یہ ہے کہ شاید کوئی اپنی اصلاح کر لے۔

اسلام ہمیں ہر معاملے میں آسانی پیدا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن پاک کی کئی آیات اور مختلف احادیثِ رسول اس پر شاہد ہیں جن کا لب لباب یہ ہے کہ دوسروں کے لیے کام آسان کرنے والے پر اللہ پاک بھی آسانی فرماتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے معاملات میں آسانی چاہتا ہے اسے دوسروں کے ساتھ آسانی کرنی چاہیے۔ جبکہ اس کے برعکس کا نتیجہ بھی برعکس ہوگا۔ یعنی دوسروں کے لیے مشکلات کھڑی کرنے والا خود بھی مشکلات کا شکار بنتا ہے۔

امریکہ میں عوام کو عام طور پر جن محکموں سے واسطہ پڑتا ہے یہ وہی ہیں جو پاکستان میں بھی ہیں، مثلاً: واٹر سپلائی، گیس، بجلی، ٹیلی فون، پراپرٹی ٹرانسفر، پولیس وغیرہ۔ مگر ان کے طریقہ کار اور ہمارے طریقہ کار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے کوئی مکان یا دکان کرایہ پر لی ہے تو آپ کے تین چار کام تو بذریعہ فون ہی ہو جائیں گے اور آپ کو کسی دفتر کے چکر لگانے کی ضرورت نہیں۔ متعلقہ محکمے کو فون پر ہی درخواست دے دیں۔ آپ کو فوراً آگاہ کر دیا جائے گا کہ کس روز آپ کو بجلی،

پانی، گیس اور فون کا کنکشن مل جائے گا۔ آج کل یہ سہولت انٹرنیٹ کے ذریعے بھی مہیا ہوچکی ہے۔ فون کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ہاں بعض امور کے لیے آپ کو بذاتِ خود متعلقہ دفتر جانا پڑتا ہے۔ جیسا کہ ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے کی خاطر آپ کو تحریری یا کمپیوٹر کے ذریعے ٹیسٹ کے لیے ان کے دفتر جانا ہوگا۔ جب آپ روڈ ٹیسٹ کے لیے تیار ہوں تو ایک ہی چکر میں آپ کا کام بن جائے گا۔ یعنی لرننگ لائسنس تو آپ کو اسی وقت جاری ہوجائے گا جبکہ اصل لائسنس ایک دو ہفتے میں بذریعہ ڈاک آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

سہولت کی انتہا

ہمارے ملک میں زمین یا مکان کی رجسٹری کا مسئلہ مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے۔ مگر امریکہ میں یہ کام آپ گھر بیٹھے بٹھائے کرسکتے ہیں۔ یہ تجربہ ہمیں ڈیڑھ سال قبل بذاتِ خود ہوا جب ہم نے دارالسلام والی کرائے کی جگہ کو خریدنے کا ارادہ کیا۔ مالک سے کچھ عرصہ بات چلتی رہی۔ جب معاملہ طے ہونے کے بعد معاہدے پر طرفین کے دستخط ہوگئے تو اس نے ہمارا ای میل ایڈریس لے لیا۔ تین ماہ بعد پراپرٹی کی منتقلی کی تاریخ والے دن ہم رجسٹریشن آفس میں جانے کے لیے تیار بیٹھے تھے کہ بیچنے والے مالک کا ہمیں صبح صبح ہی فون آگیا کہ مبارک ہو آپ پراپرٹی کے مالک بن گئے ہیں۔ ہمیں بہت حیرت ہوئی کہ یہ کیسے ہوگیا۔ کچھ دیر بعد جب ہمیں رجسٹری کرانے والی کمپنی کی ای میل موصول ہوئی تو ہمیں کام مکمل ہوجانے کا یقین ہوگیا۔ نہ ہمیں کسی دفتر کے چکر لگانے پڑے اور نہ ہی کسی کی خوشامد کرنی پڑی۔ اللہ پاک نے گھر بیٹھے بٹھائے ہمارے نام رجسٹری کرادی۔ اب اس سے بڑھ کر اس میدان میں اور کیا سہولت ہوسکتی ہے۔ دراصل امریکہ کے ہر شہر میں جائیداد منتقل کرانے کی پرائیویٹ کمپنیاں ہوتی ہیں جو سب کچھ مکمل کرانے کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ نہ آپ کو کسی دفتری عملے کی خوشامد کرنی پڑتی ہے اور نہ ہی چپڑاسی، پٹواری یا تحصیلدار کو فیس یا کمیشن کے نام پر رشوت دینی پڑتی ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح برے آدمی کا ہر کام برا نہیں ہوتا اسی طرح امریکہ کا ہر کام برا نہیں ہے جیسا کہ دشمنی کی بنا پر عموماً گمان کیا جاتا ہے۔ یہاں مقصد امریکہ کی تعریف کرنا نہیں بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اچھے کام کو اچھا کہیے اور برے کو برا۔ جو بات قابلِ تعریف ہے چاہے وہ دشمن کی ہو قابل تعریف ہی ہوتی ہے۔ اسے اپنانے میں کوئی حرج نہیں۔ ہمارے ملک کے حکمران امریکہ اور یورپی ممالک کی ایسی آسانیوں سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کیونکہ ان کی سیاحت کا مرجع یہی ممالک ہیں۔ پھر وہ ان آسانیوں کو اپنے ملک میں متعارف کیوں نہیں کراتے؟ ان ممالک کی برائیوں کی اشاعت میں وہ پیش پیش نظر آتے ہیں جبکہ خوبیوں سے آنکھ چرا جاتے ہیں۔ اپنے ہم وطنوں کی یہی تو خیرخواہی ہے۔ مگر جب لیڈر عوام کے خیرخواہ نہ ہوں گے تو عوام ان کی معزولی کے متمنی کیوں نہ ہوں گے۔

قارئین! یاد رکھیے۔ حکمرانوں کی بات کرکے ہم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ بلکہ ہر شخص اپنی حیثیت کے لحاظ سے جو کسی سے آسانی والا معاملہ کرے گا اللہ پاک اس سے ویسا ہی سلوک کرے گا۔ تو کیوں نہ ہم اپنا جائزہ لیں۔ ذمہ دار اور مسئول تو ہم میں سے ہر شخص ہے۔ لہٰذا ہر کسی کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ دوسرے کے لیے جتنی آسانی پیدا کرسکتا ہو کرے۔ دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنا درحقیقت اپنے لیے آسانی پیدا کرنا ہے۔ حدیث میں ہے: ''جو اس دنیا میں کسی کی مصیبت دور کرتا ہے اللہ پاک قیامت کے روز اس سے مصیبت دور کرے گا۔'' (صحيح البخاري: 2442)

اس ضمن میں اپنی ذات پر بھی آسانی کرنا نہ بھولیے۔ اگر آپ کے سامنے حصولِ مقصد کے لیے دو راستے ہیں۔ ایک آسان اور دوسرا مشکل، تو ہمیشہ آسان کو اختیار کیجیے اور یہی عین طریقۂ رسول ﷺ ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر کسی کام کے کرنے کے لیے نبی پاک ﷺ کے سامنے دو راستے ہوتے تو آپ ﷺ آسانی والا اختیار فرماتے۔ (صحيح البخاري: 3560)

اللہ ہدایت فرمائے ان نام نہاد صوفیوں اور مولویوں کو جو نفس کشی کے نام پر اس طریقہ نبوی کے خلاف عمل کرکے اسے اپنا روحانی عروج سمجھتے ہیں اور عوام کو بھی مصیبت میں ڈالتے ہیں۔

دودھ

اللہ تعالیٰ کی گراں قدر نعمت!!



ڈاکٹر طارق ریاض

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ وعدہ ہے کہ انھیں جنت میں بہت عظیم اور اعلیٰ نعمتوں سے نوازے گا۔ اُن میں سے ایک نعمت دودھ بھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''جنت والوں کے لیے دودھ کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔'' (محمد 15:47) یعنی دودھ پروردگار عالم کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ ایسے جانور جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتے ہیں انھیں ممالیہ جانور یا میملز (MAMMALS) کہا جاتا ہے۔ دودھ سفید رنگ کا مائع ہے جو ماں کے غدود (MAMMARY GLANDS) میں پیدا ہوتا ہے۔ نومولود کے لیے یہ رب العزت کا بہت بڑا تحفہ ہے۔ خود انسان بھی میمل ہے اور اپنے بچوں کو دودھ پلاتا ہے۔ انسانی بچہ جب اپنی ماں کا پہلا دودھ پیتا ہے تو اس پہلے دودھ میں ایک کیمیائی مادہ ''COLOSTRUM'' پایا جاتا ہے۔ اس مادے میں اینٹی باڈیز ''Antibodies'' پائی جاتی ہیں جو نومولود کو بیماریوں سے بچاتی ہیں۔ یوں ماں اپنے بچے کو پہلا تحفہ صحت و غذا کی صورت میں دیتی ہے۔

دنیا بھر میں دودھ کے بڑے ذرائع گائے اور بھینس ہیں جو انسانی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بکریوں اور اونٹنیوں سے بھی دودھ دوہا جاتا ہے۔ لیکن طلب کے مقابلے میں ان کی پیداوار کم ہے۔ ہر سال دُنیا بھر میں ڈیری فارمز 730 ملین ٹن سے زائد دودھ پیدا کرتے ہیں جو صرف گائے سے حاصل ہوتا ہے۔ بھیڑ، بھینس، بکری اور اونٹنی اس کے علاوہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس نعمت سے استفادہ ہر شخص نہیں کر پاتا۔ دودھ میں دیگر غذائی اجزا بھی شامل ہوتے ہیں جس وجہ سے اس کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے۔ اگر انسانی تاریخ کا مطالعہ کریں تو دودھ کی اہمیت اُسی دن سے شروع ہوجاتی ہے جس دن پہلا بچہ اس دُنیا میں آیا۔ پھر انسان نے دودھ سے بے شمار قسم و انواع کی اشیاء بنانا شروع کردیں جن کی اہمیت و کاروباری حیثیت خود علیحدہ بحث ہے۔ فی الوقت دودھ سے تیار کردہ دہی، پنیر و دیگر اشیاء، مثلاً: فرنی، کھیر، مٹھائیاں، لسّی وغیرہ چند مشہور مصنوعات ہیں۔ آئس کریم، مکھن، کریم، کیسن (CASEIN)، وے پروٹین (WHEY PROTEIN) وغیرہ بھی دودھ سے تیار کردہ حاصلات ہیں۔

دُنیا بھر میں گائے کا دودھ اپنے استعمال کے لحاظ سے پہلے نمبر پر ہے۔ یورپی ممالک خاص طور پر گائے کے دودھ کو بڑے شوق سے پیتے ہیں۔ ایشیائی ممالک بھی گائے کے دودھ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تاہم پاکستان و

بھارت کے لوگ بھینس کا دودھ زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ گائے کا دودھ استعمال کرنے میں فن لینڈ پہلے نمبر پر ہے۔ اس کے بعد سویڈن اور آئرلینڈ آتے ہیں۔ ان ممالک میں گائے کے دودھ سے دہی اور پنیر وغیرہ کا استعمال بھی بہت زیادہ ہے۔ ٹرینوں کی مدد سے لاکھوں ٹن دودھ روزانہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچایا جاتا ہے۔ اب دودھ بڑی دیدہ زیب پیکنگ میں سپلائی کیا جاتا ہے۔ یورپ کے علاوہ اب خود پاکستان میں کئی کمپنیاں دودھ سپلائی کررہی ہیں۔ مقابلے کی فضا کے باعث اچھی کوالٹی اور عمدہ پیکنگ میں دودھ مارکیٹ میں آرہا ہے۔ گوالے سے دودھ لینا، گوالے تک جانا، قطاروں میں لگ کر گوالے سے دودھ خریدنے کا تصور تقریباً ختم ہوتا جارہا ہے۔ اب رفتہ رفتہ لوگ پیکنگ والے دودھ کو ملاوٹ سے پاک اور غذائی اعتبار سے بہتر دودھ تصور کرنے لگے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف لاہور شہر میں روزانہ ہزاروں دودھ کی بوتلیں اور ٹیٹرا پیک فروخت ہوجاتے ہیں۔

یہاں قارئین کی دلچسپی کے لیے بتانا ضروری ہے کہ 1870ء کی دہائی میں پہلی بار دودھ کو بوتلوں میں پیک کرکے مارکیٹ میں فروخت کیا گیا۔ شیشے کی بوتلوں میں دودھ کی فروخت کا یہ سہرا 1877ء میں نیویارک ڈیری کمپنی کے سر پر سجا۔ اس کے بعد انگلینڈ میں 1880ء میں دی ایکسپریس ڈیری کمپنی نے پہلی بار شیشے کی بوتلوں میں دودھ کی فروخت کا آغاز کیا۔

جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں گائے کا دودھ سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق FAO نے 2011ء میں اپنی رپورٹ میں کی۔ اس کے مطابق کل دودھ کی پیداوار میں 85 فی صد گائے (Cows) سے حاصل کیا جاتا ہے۔ جبکہ بھینسوں سے 11 فی صد، بکریوں سے 2 فی صد، بھیڑوں سے 1.4 فی صد اور اونٹنی سے 0.2 فی صد دودھ حاصل ہوتا ہے۔ البتہ کچھ قومیں گدھی، گھوڑی، ہرن اور پہاڑی بھینس کا دودھ بھی پیتی ہیں۔

گائے کے دودھ کی پیداوار کے حوالے سے ممالک کی نمبروائز ترتیب کچھ یوں ہے: امریکہ 9 کروڑ10 لاکھ ٹن دودھ کی پیداوار کے لحاظ سے پہلے نمبر پر ہے۔ اس کے بعد بھارت، چین، برازیل اور روس کا نمبر آتا ہے۔ اسلامی ممالک میں ترکی میں سب سے زیادہ گائے کا دودھ پیدا ہوتا اور استعمال ہوتا ہے۔ بھیڑیں بھی دودھ کی پیداوار کے لحاظ سے اہم ہیں۔ بھیڑوں سے دودھ کی پیداوار میں چین پہلے نمبر پر ہے۔ یہاں 15 لاکھ 80 ہزار ٹن دودھ بھیڑوں سے لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ترکی، شام یونان اور رومانیہ کا نمبر آتا ہے۔ دیگر اسلامی ممالک میں ایران میں بھی بھیڑوں سے ہزاروں ٹن دودھ حاصل کیا جاتا ہے۔ بکریوں سے دودھ کے حصول میں دُنیا بھر میں بھارت کا پہلا نمبر ہے۔ 50 لاکھ ٹن دودھ بکریوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد بنگلہ دیش، پاکستان، مالی، فرانس اور صومالیہ کا نمبر ہے۔ جبکہ بھینسوں سے دودھ حاصل کرنے میں بھی بھارت پہلے نمبر پر ہے۔ اس کے بعد پاکستان، چین، مصر، نیپال اور برما آتے ہیں۔ پاکستان میں اندازاً ہر سال 2 کروڑ 40 لاکھ ٹن دودھ بھینسوں سے دوہا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے FAO کے مطابق دودھ کی کل پیداوار فی گائے کے اعتبار سے اسرائیلی گائیں پہلے نمبر پر ہیں۔ ایک ادارے ICAR کے سروے میں بتایا گیا ہے کہ ہر اسرائیلی گائے اوسطاً ہر سال 12564 کلوگرام دودھ دیتی ہے۔ اس کے بعد نیوزی لینڈ کی گائیں ہیں جو ہر گائے ہر سال 8550 کلوگرام دودھ دیتی ہے۔ حالانکہ تعداد کے اعتبار سے سب سے زیادہ گائیں بھارت میں ہیں۔ یہاں ہر گائے سالانہ 1154 کلوگرام دودھ دیتی ہے۔ اسی طرح چین کی گائے اوسطاً سالانہ 2282 کلوگرام دودھ دیتی ہے۔

دودھ ایک مکمل غذا ہے۔ اگر ہم ماضی کی شخصیات کا جائزہ لیں تو اس کی اہمیت آشکارہ ہوجاتی ہے۔ خود انبیائے کرام علیہم السلام خاص کر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے دودھ کا استعمال بڑے شوق سے کیا۔ آپ ﷺ اپنے مہمانوں کی تواضع بھی دودھ سے کیا کرتے تھے۔ ان شخصیات کی زندگی میں دودھ اس لیے بھی اہم تھا کہ یہ اُن کی غذائی ضرورت کو باآسانی پورا کردیتا تھا اور روزی روٹی کے لیے لمبی چوڑی جستجو کی بجائے یادالٰہی میں زیادہ وقت گزارنے کا موقع مل جاتا تھا۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ گائے کے دودھ میں 88 فیصد جبکہ بھینس کے دودھ میں 81 فیصد پانی ہوتا ہے۔ اسی طرح گائے کے دودھ میں پروٹین 3.2 فیصد،



دارُالسّلام

انعامی کوئز پروگرام

ابوعبداللہ
Sh.Siddiq7@Gmail.com

چکنائیاں 3.9 فی صد، شوگر (LACTOSE) 4.8 فی صد، کولیسٹرول 14 ملی گرام فی سو گرام اور کیلشیم 120 ملی گرام فی 100 گرام پایا جاتا ہے۔ اتنی مقدار کے بھینس کے دودھ میں پروٹینز 4.5 فی صد، چکنائیاں 8.0 فی صد، ''LACTOSE'' شوگر 4.9 فی صد پائی جاتی ہے۔ جبکہ کولیسٹرول 8 ملی گرام فی 100 گرام اور کیلشیم 195 ملی گرام فی 100 گرام دودھ پائی جاتی ہے۔ کیلشیم انسانی اعضاء خاص کر جبڑوں اور ہڈیوں کو مضبوطی فراہم کرتا ہے۔ گائے و بھینس کے دودھ میں آیوڈین، میگنیشیم، پینٹا تھینک ایسڈ، پوٹاشیم، تھائی مین، وٹامن A، وٹامن B12 اور وٹامن D و وٹامن K بھی پایا جاتا ہے۔

دودھ کو ہضم کرنے کے لیے ''LACTASE'' خامرہ (ENZYME) کام کرتا ہے۔ جو دودھ کی شوگر LACTOSE کا ہاضمہ کرتا ہے۔ اگر کسی شخص میں اس خامرے کی پیداوار کم ہو تو دودھ ہضم نہیں ہوتا۔ پیٹ میں گیس بنتی ہے۔ ایسے افراد کو دودھ میں شہد یا شربت وغیرہ ملا کر پینا چاہیے تاکہ دودھ کا ہاضمہ آسانی سے ہو سکے۔ دودھ پی کر بیٹھنا یا لیٹنا بھی ہاضمے کی رفتار کو سست کرتا ہے۔ دودھ پی کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: «اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ» ''اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت نازل فرما اور اس میں اضافہ فرما۔'' (سنن أبي داود:3730)

ماہِ جون کے درست جوابات

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قرآن کی حفاظت ہم خود کریں گے۔'' (الحجر 9:15)

② بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو۔ اگر دس سال کی عمر میں وہ نماز ادا نہ کرے تو اسے سزا دو اور ان کے بستر جدا جدا کرو۔ (سنن أبي داود: 495)

③ واقعہ معراج کے بارے اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ یہ ربیع الاول کے مہینے میں ہوا۔

④ شب براءت کی شرعی حیثیت صرف یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ اس میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ باقی تمام رسومات باطل ہیں۔

بذریعہ قرعہ اندازی 6 ماہ کے لیے فری رسالہ پانے والوں کے نام

خنساء نورین (اوکاڑا)، حسن شبیر (لودھراں)، خالد فاروق، حافظ ضیاء، شفیق الرحمٰن، یاسر یونس (لاہور)، محمد خضر (میرپور سندھ)

عبارتیں ڈھونڈیں انعام پائیں

① قطع رحمی سے اجتناب کریں اور تعلقات بحال کریں۔

② کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔

③ ان سارے فضائل میں عورتیں مردوں کی طرح ہیں۔

④ اسے گناہ سمجھیں اور اپنے ثواب کو ضائع ہونے سے بچائیں۔

بچوں کے لیے انعامی کوئز

① قرآن کا مکمل نزول کب ہوا؟

② رمضان المبارک میں ایک عظیم واقعہ پیش آیا، وہ کون سا ہے؟

③ رمضان المبارک میں سندھ خلافت اسلامیہ کا حصہ بنا، یہ کس نے اور کس سن میں بنایا؟

④ پاکستان اسلامی سال کے کس مہینے اور تاریخ کو آزاد ہوا؟



حکیم حافظ محمد انس طلحہ

روزے کے جسمانی و روحانی ثمرات

انسان جسم و جان کے جوڑے سے مرکب پیدا ہوا ہے، اسے اس جوڑے کی حفاظت کے لیے اپنے خالق کی جانب سے بھیجی ہوئی ہدایت کی ہمہ اوقات ضرورت ہے۔ دین اسلام میں روزے کی مشروعیت ہر دو کی حفاظت اور بھلائی کی ضامن ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء سے پرہیز جسمانی فوائد پر مشتمل ہے جبکہ ممنوعہ اعمال سے اجتناب روح کی حفاظت اور پاکیزگی کے لیے ضروری امر ہے۔ اسی کے پیش نظر روزے کے جسمانی اور روحانی فوائد ذیل میں قلمبند کیے گئے ہیں۔

جسمانی فوائد

① معدے کی طبعی قوت وحرارت کی حفاظت: چونکہ اس میں کھانے پینے سے پرہیز ہوتا ہے، اس لیے معدہ فرصت وفراغت کے دورانیے میں اپنی قوت وحرارت کو جمع کرنے لگتا ہے اور اپنے فعل میں مستعد ہوکر صحیح کردار ادا کرتا ہے، پھر اس کے فعل کی اصلاح سے باقی جسم بھی درست رہتا ہے۔ جب انسان سارے دن کی بھوک پیاس کے بعد روزہ افطار کرتا ہے تو اسے انتہائی فرحت کا احساس ہوتا ہے جس سے پورے جسم میں اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے یہ فرحت تبھی نقطۂ عروج پر پہنچتی ہے جب اعضائے جسم کو اپنے معمول کی غذا لینے کے لیے انتظار کا موقع نصیب ہوگا۔ اس فرحت کا ذکر رسولِ اکرم ﷺ نے بھی کیا ہے، فرمایا: ''روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطاری کے وقت اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔'' (صحيح البخاري: 7492,1904، وصحیح مسلم:1151)

② جنسی خواہش کو قابو کرتے ہوئے اس کی فطری قوت کو مجتمع اور بحال رکھنا: دوران روزہ لذت بھرے کھانوں سے پرہیز رہنے کے باعث جنسی ہیجان کنٹرول میں رہتا ہے اور اس کے تحفظ میں مدد ملتی ہے، اس لیے کہ بھوک پیاس برداشت کرنے کی وجہ سے اس کے عصبی نظام میں امساک کی قوت پیدا ہوجاتی ہے جو بدن کو مضبوط بناتی ہے، چنانچہ بدن میں سستی و کاہلی کے بجائے چستی اور توانائی کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور وہ اپنے معمولات بھرپور انداز سے سرانجام دینے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کے ایک گروہ سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا: ''اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو نان و نفقے

کی استطاعت رکھتا ہے وہ شادی کرلے، اس لیے کہ یہ عمل نظر کو سب سے زیادہ پست کرنے والا اور شرمگاہ کے لیے مضبوط قلعہ ہے۔ اور جو یہ استطاعت نہیں رکھتا اس کے لیے روزہ شہوت کو دبانے کے لیے مفید ہے۔'' (صحیح البخاري: 5066,5065، وصحیح مسلم: 1400)

③ دل کی شریانوں سے بے کار کولیسٹرول خارج کرنا اور بلڈ پریشر نارمل کرنا: یہ روغنیات اور پروٹین سے علیحدہ ہونے والا چکنا فضلہ ہوتا ہے جو دل کے پمپ کرنے کے دوران اس کے مجاری پر آہستہ آہستہ جمنے لگتا ہے جس سے اس کی شریانیں تنگ ہوکر خون کے طبعی دوران میں رکاوٹ بنتا ہے اور بلڈ پریشر جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس غیر طبعی عمل کی بنا پر ہارٹ اٹیک کا امکان بڑھ جاتا ہے جبکہ روزہ اس کولیسٹرول کے لیے اکسیر کا کام کرتے ہوئے اسے بے عمل کرنے میں کافی حد تک ممدّ و معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس مرض میں جب افطاری عام کھجور یا عجوہ کھجور سے کی جائے تو نہار منہ کھانے سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

④ کم خوری کی عادت: یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ ہمارے معاشرے میں بسیار خوری ایک خامی سمجھی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود ضرورت کے مطابق کھانا اور کم خوری کو معمول بنانا مشکل نظر آتا ہے جبکہ طبی لحاظ سے اس کے کافی سارے فوائد ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جسم سے فاسد رطوبات کی قلت کی بنا پر انسان کا جسم چست و چوکس رہتا ہے اور وہ روزمرہ کے کام بطریق احسن انجام دے سکتا ہے اور سستی و کاہلی جو کہ عموماً بسیار خور لوگوں پر سوار رہتی ہے اس سے انسان کوسوں دور رہتا ہے۔ غذا کی طبعی مقدار کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے نبی ﷺ نے اس طرح سے بیان فرمایا: ''اللہ نے پیٹ سے بدتر کوئی برتن پیدا نہیں کیا کہ جب وہ بھر جائے، لہٰذا اگر اُسے بھرنا ہی (چاہتے) ہو، تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھا کرو۔'' (سنن ابن ماجه: 3349)

اور اللہ کا فرمان ہے: ''کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔'' (الأعراف 7: 31) مندرجہ بالا تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کم اور ضرورت کے مطابق کھانا صرف ایک اچھی عادت ہی نہیں ہے بلکہ جسمانی طور پر کافی فوائد اس میں مضمر ہیں۔

⑤ مرض جلندر: یہ پیٹ میں پانی پڑنے کا مرض ہے، اس میں ہر ممکن روزہ ترک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ فاضل پانی روزے اور فاقے سے ہی خشک کرکے ناکارہ کیا جاسکتا ہے، روزے کے ساتھ ساتھ اگر نبوی علاج بھی کیا جائے تو اس علاج کی افادیت نہایت مؤثر ہوسکتی ہے۔

⑥ امراض غدد: خوراک کے تسلسل اور شکم پری سے بہت سی غذا ہضم ہونے کے بعد بدن انسانی میں ایک خاص میعاد تک سٹور رہنے کے بعد فاسد ہوکر غدی خرابیوں کا باعث بننے لگتی ہے جس کے نتیجے میں پھوڑے پھنسیاں نمودار ہوجاتی ہیں اور بعض اوقات عسیر العلاج سرطان تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے جبکہ روزہ جسم میں جمع شدہ کارآمد مواد کو اسی پر صرف کرنے کا سبب بنتا ہے اور دوسری طرف بے کار مواد کو کمزور کرکے ناکارا پھینک دیتا ہے۔

⑦ امراض شوگر: شوگر کا مریض اگرچہ غیر طبعی طور پر توانائی کی ضرورت کو محسوس کررہا ہوتا ہے لیکن اس کے بنیادی اسباب پر گہرے مطالعے کے بعد واضح ہوا ہے کہ شوگر اپنے خام مواد کی بہتات کی وجہ سے رونما ہوتی ہے اور یہ مواد وہ ہوتا ہے جسے انسان ضرورت سے قبل اپنے جسم میں جگہ دے چکا ہوتا ہے۔ کوئی ایسا آلہ نہیں جو اس رقیق مواد کو جسم کے نازک حصوں سے آپریشن کرکے نکال سکے، ایسے میں ضروری ہے کہ کوئی ایسی دوا ہو جو اس کے مقابلے میں دوسری خلط کو بڑھا کر اس کی مقدار کو نارمل کرسکے اور یا روزہ ہے جس میں انسان نہایت صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے زائد مواد کو کارآمد بنا کر جسم میں صرف کرسکتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بیشتر امراض ہیں جو فاضل مواد سے جنم لیتے ہیں، مثلاً: امراض شش (پھیپھڑوں کی بیماریاں)، منشیات کی عادت بد اور جوڑوں کے درد وغیرہ سب محض روزے کی وجہ سے قابل علاج ہیں۔

مسنون افطاری کی حکمت

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ مغرب کی ادائیگی سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے، اگر یہ میسر نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں تناول فرمالیتے، یہ بھی میسر نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ نوش

فرمالیتے۔ (سنن أبي داود: 2356، و جامع الترمذي: 996)

کھجور حلق میں اترنے سے پہلے ہی اپنی مخصوص مٹھاس کی توانائی کا جوہر دل کو پہنچا دیتی ہے اور پھر دل کی ڈھارس سے تمام بدن کو بنیادی انرجی مہیا ہوجاتی ہے۔

پانی کی غذائیت کا انکار کرنے والے بھی اس کی افادیت ضرور تسلیم کرتے ہیں:

① پانی معدے کی طبعی حرارت کو اعتدال پر لانے کے بعد جگر کی حرارت کو نارمل کرتا ہے اور پیاس کی بنیادی وجہ بھی یہی حرارت ہوتی ہے۔

② معدے کی روئیں کو دھونے کا کام کرتا ہے جو معدے کی استعداد کو بڑھاتا ہے۔

③ زندگی قائم رکھنے والے دو بنیادی عناصر کی بنا پر جسم میں پہلے سے موجود غذائیت کی افادیت کو دو چند کر دیتا ہے۔

روحانی فوائد

روزے کے جسمانی فوائد کے ساتھ ساتھ روحانی فوائد بھی بے شمار ہیں کیونکہ یہ ایک عظیم عبادت اور دین اسلام کا رکن ہے۔ روزے کے روحانی فوائد تو کافی زیادہ ہیں چند ایک کا ذکر ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

① تقویٰ پیدا کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم پر روزے اس لیے فرض کیے گئے ہیں تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔'' (البقرة 2:183) تقوے اور صوم (روزہ) کی لغوی مناسبت کچھ اس طرح سے ہے کہ تقویٰ کا لغوی معنیٰ ''بچنا'' اور شرعی معنیٰ: تمام منہیات وممنوعات سے خود کو محفوظ رکھنا جبکہ روزے کا لغوی معنیٰ: ''رکنا'' اور شرعی معنیٰ: اشیائے خورونوش سے باز رہنے کے ساتھ ساتھ تمام منہیات سے باز رہنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزہ تقوے کے حصول کے لیے کمال تربیت کرتا ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک نے روزے کے ذریعے سے انسان کو کھانے، پینے اور دیگر اشیاء سے منع کر کے اس کا ذہن اور تصور اس بات پر مضبوط کیا ہے کہ ان تمام ممنوعات ومنہیات سے باآسانی بچ نکلے اور اس میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوجائے اور پرہیزگار لوگوں میں شمار ہوجائے جن کے لیے احکام الٰہی سے ہدایت کا حصول انتہائی آسان ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہ کتاب جس میں کوئی شبہ نہیں ہے، پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔'' (البقرة 2:2)

② نفسِ امارہ (برائی کا حکم دینے والے نفس) کو کچلنا اور نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ والے اوصاف پیدا کرنا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''یقیناً شیطان انسان میں خون کے رستے گردش کرتا ہے۔'' (صحيح البخاري: 2039، و صحيح مسلم: 2174) اور خون غذا سے بنتا ہے۔ پاکیزہ اور ضروری غذا سے شیطانی اثرات ماند پڑتے ہیں اور دل کی اصلاح ہوتی ہے، اس بنا پر روزہ نفس امارہ کو کچلنے اور اس کا قلع قمع کرنے میں تریاق کا کام کرتا ہے۔ اس کے بعد انسان میں نفسِ لوامہ بیدار ہوتا ہے جو اسے برائی کے ارتکاب پر ملامت کرنے لگتا ہے اور پھر آخر کار نفسِ مطمئنہ کے درجے کو بھی پالیتا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو راضی اور مرضیّ (پسندیدہ) ہے، پس تو میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔''

(الفجر 30:27)

③ اخلاص: اللہ تعالیٰ نے روزے کی مشروعیت سے انسان کی تربیت کرنا چاہی ہے کہ وہ اپنے تمام تر امور میں اسی طرح اخلاص کی تخم ریزی کرے جس طرح اسے روزے میں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخلاص ہی کی بدولت انسان دنیاوی امور میں امانت داری اور خوش اسلوبی سے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ روزے کے بارے میں حدیث قدسی ہے: ''روزہ میرے لیے ہے، چنانچہ اس کا اجر بالخصوص میرے ذمہ ہے۔''

(صحيح البخاري: 7492، وصحيح مسلم: 1151)

④ صبر: یہ بھی اپنے معنیٰ کی جامعیت کے لحاظ سے روزے سے گہری مناسبت رکھتا ہے۔ روزے سے جو صبر کا مادہ پیدا ہوتا ہے اس میں انسان کے اشتعالی اور جذباتی عناصر قابو میں رہتے ہیں، ایسے عناصر کا منبع جسمانی لحاظ سے جگر کا غیر طبعی فعل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس مریض کو مرضِ جلندر اور ہیپاٹائٹس ایک ساتھ ہوں اس کے لیے صوم وصبر نہایت کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی کافی فوائد ہیں پر اب انھی پہ اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزوں کے فوائد جاننے کے بعد بڑھ چڑھ کر روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے!!

شام میں روس کا منفی کردار



ابو ولید ملک

تیونس سے شروع ہونے والی عرب بہاریہ کی تحریک نے جب شام کا رخ کیا تو عالم اسلام میں کسی کو بھی یہ امید نہیں تھی کہ آنے والے وقت میں پیغمبروں کی یہ سرزمین مسلمانوں کی سب سے بڑی قتل گاہ بن جائے گی۔ وقت کی اسلام دشمن طاقتوں نے اس قتل عام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جس میں کوئی تو براہ راست ملوث ہوا تو کسی نے اپنے حلیف گروپوں کی آڑ میں بغض اسلام کا خوب اظہار کیا۔ اس فہرست میں روس بھی شامل ہے۔ شام میں خانہ جنگی کے بعد روس کا عمل دخل پہلے سے کہیں زیادہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ وہ اس بات سے خوف زدہ ہے کہ شام میں اگر اسلام پسندوں کی حکومت آ گئی تو اس خطے بالخصوص شام میں حاصل ہونے والے تمام عسکری، مالی و دیگر فوائد سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ جبکہ بشار ایسے بہروپیے کی حکومت میں یہ تمام فوائد بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہیں گے۔

اس سلسلے میں روس کا کردار انتہائی افسوسناک ہے۔ روس کے بحری فوجی (Marines) اور جنگی جہاز شام کی بندرگاہ طرطوس میں ایک معاہدے کے تحت موجود ہیں۔ اِسی معاہدے کی آڑ میں روسی اسلحہ شام میں دھڑا دھڑ جا رہا ہے جو شامی بے گناہ مسلمانوں کے خلاف انتہائی وحشیانہ طریقے سے استعمال ہو رہا ہے۔ اس میں قابل ذکر روسی ساختہ اسکڈ و بیلسٹک میزائل ہیں جن کے استعمال سے بے گناہ شامی شہریوں کی ہلاکتوں میں بے انتہا اضافہ ہو رہا ہے، اور ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ حالیہ دنوں میں وائٹ ہاؤس نے ان میزائلوں کے استعمال کی خود تصدیق کی ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ امریکا اور عالمی برادری نے اس کو روکنے کے لیے ابھی تک کوئی واضح پیغام نہیں دیا۔ عالم اسلام، خاص کر مسلمانوں کے ساتھ اس سے بڑی اور کیا منافقت ہو سکتی ہے؟

12 جون 2012ء کو روس نے اعلان کیا تھا کہ وہ شامی حکومت کو ہر صورت میں اسلحہ کی ترسیل جاری رکھے گا اور شام میں کسی بھی صورت میں شیعہ نظام کی بجائے سنی نظامِ حکومت (قرآن و سنت کی حامل حکومت) کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ راقم کی رائے میں روس کی دھمکی، ہٹ دھرمی اور غیر اخلاقی وغیر قانونی مداخلت دراصل اس بدترین و ذلت آمیز شکست کا بدلہ چکانے کی ایک ناکام کوشش ہے جو اُس کو افغانستان میں عربوں کے ہاتھوں سے اٹھانی پڑی تھی۔ کیونکہ افغان جہاد میں عرب مجاہدین کا ایک بہت بڑا کردار تھا۔ ماسکو کی طرف سے شیعہ نظامِ حکومت کی بات کر کے خطے میں سنی شیعہ فسادات کو بھی بھڑکایا گیا۔ نومبر 2013ء میں بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق روسی علاقے

شمالی کوہ قاف میں سلفی جہادی تنظیم ''کوہ قاف امارات'' کے جنگجو شام جا کر جہادی معسکرات میں تربیت لے کر واپس کوہ قاف آرہے ہیں۔ شام میں سلفی مجاہدین اور کوہ قاف کے جنگجوؤں کا آپس میں گہرا تعاون چل رہا ہے، جس سے روس خاصا خوف زدہ ہے۔ انھی محرکات کی بنا پر روس شام کے سیاسی حل میں مسلسل رکاوٹیں ڈال رہا ہے، حالانکہ وہاں ایک لاکھ باسٹھ ہزار سے زائد بے گناہ مسلمان طاغوتی طاقتوں کی شیطانی خواہشات اور بشار کی ہوس اقتدار کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ تو دوسری طرف جیش الحر (F.S.A) اور خاص کر اسلامی جنگجوؤں کے بڑھتے ہوئے منظم حملے بھی ماسکو، واشنگٹن اور تل ابیب کے لیے پریشانی کا باعث بن رہے ہیں۔

اسی طرح گزشتہ سال روسی حکومت نے شام کے اسلام پسندوں کے خلاف انتہائی غیر سفارتی لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ آج بشار کو اسی خطرے کا سامنا ہے جس کا روس کو چیچنیا کی شکل میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ روس نے شام میں بشار علوی کی حمایت اور اس خطرے (اسلام) کو روکنے کے لیے فی کس 5 ہزار ڈالر کے عوض بیسیوں روسی فوجیوں کو بھیجا ہے۔ اس کے علاوہ روسی ریٹائرڈ فوجیوں پر مشتمل ''السلافیہ'' نامی تنظیم جو کہ کرائے کے قاتل کہلاتے ہیں، شامی بے گناہ عوام کے قتل و غارت میں بھی ان کے ہمنوا ہیں۔ گزشتہ سال اکتوبر میں شامی جنگجوؤں نے حمص میں ایک روسی ملٹری کمانڈر الیکسی مالیوٹی کے قتل کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ اسی طرح یکم دسمبر کو حلب Aleppo شہر کے جنوبی نواحی علاقے السخنہ میں بشار فورسز کی طرف سے لڑتا ہوا ایک روسی فوجی ایلکسے مالیوتا Alexey Malivta اسلامی جنگجوؤں کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا تھا۔ روس نواز یہ کرائے کے قاتل مکمل طور پر شام میں مسلمانانِ اسلام کے قتل و غارت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

ستمبر 2013ء میں جب بشار فورسز اور اس کے حلیفوں کو حمص کے علاقوں میں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تو انھوں نے سخت اشتعال میں آکر محصور نہتے شہریوں پر کیمیائی مواد استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس دوران میں روس نے اپنے حلیفوں سمیت ان پھنسے ہوئے ہزاروں بے گناہ نہتے مسلمانوں کو انسانی ہمدردی کی بنا پر کسی بھی قسم کی امداد دینے اور بین الاقوامی اداروں کو رسائی دینے کی شدید مخالفت کی تھی۔ اسی طرح دمشق میں واقع یرموک کیمپ جو کہ تقریباً 3 لاکھ فلسطینی مہاجرین کی آبادی پر مشتمل ہے، پچھلے ایک سال سے زائد بشار فورسز کے محاصرے میں ہے اور وہاں پر مہاجرین کتے، بلیاں اور حشرات الارض کھانے اور جوہڑوں کا گندا پانی پینے پر مجبور کر دیے گئے ہیں۔ روس نے دنیا کے کسی بھی فلاحی ادارے یا NGO's کو شام میں اس قسم کے کیمپوں میں غذائی امداد پہنچانے کی سختی کے ساتھ مخالفت کی، جہاں بھوک، افلاس اور بیماریوں سے روزانہ 20 کے قریب اموات ہو رہی ہیں۔ انسانیت کے ٹھیکیداروں سے یہاں صرف ایک سوال ہے کہ کیا ان مقہور کیمپوں میں نازی یا پھر صہیونی دہشت گرد مقیم ہیں؟ نہیں بلکہ ان کیمپوں میں کوئی اور نہیں اللہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے محصور ہیں۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ اسلام دشمنی میں تمام کفار باہم متحد و متفق ہیں کیونکہ «الكفر ملة واحدة» ''سارا کفر ایک ہی ملت ہے۔''

یکم مارچ 2012ء کو یورپ میں شام کی جنرل کونسل کے ترجمان بسام نے عرب ذرائع ابلاغ کو ایک انٹرویو کے دوران کہا کہ روس اور امریکہ شامی عوام (بے گناہ مسلمانوں) کی قیمت پر معاملے کو حل کرانے میں متحد ہیں۔ مسٹر بسام کا مزید کہنا تھا کہ روس و ایران اپنے سکیورٹی و علاقائی مفادات کے تحفظ کی یقین دہانی کی صورت میں بشار کا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں۔

اسی طرح اردن کے سابق وزیر اطلاعات و نشریات صالح القلاب نے ماہ مارچ 2012ء میں عرب ذرائع ابلاغ سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ حالیہ دنوں میں روس، شام اور اسرائیلی انٹیلی جنس حکام کا ایک خفیہ اجلاس ہوا ہے جس میں کہا گیا کہ وہ یہودی لابی کے ذریعے امریکہ پر دباؤ ڈالیں گے کہ کچھ عرصہ تک امریکا شام کے خلاف کسی فوجی کارروائی سے گریز کرے۔ یہ تجویز روس کی جانب سے آئی تھی اور اسرائیل نے اس کی حمایت کا عندیہ دیا تھا۔ اس کی تصدیق یکم اگست کو Raghida Dergham نے یہ کہہ کر U.S.PUTS ACTION ON SYRIA ON HOLD UNTIL END OF ELECTIONS اپنے کالم میں کی تھی، کہ امریکہ شام کے خلاف فی الحال فرنٹ لائن پر نہیں آرہا۔

22 مئی کو فرانس کی جانب سے شام میں حکمران طبقے اور حکومت نواز ملیشیاؤں کی طرف سے اپنے ہی عوام کے خلاف کی گئی وسیع پیمانے پر غیر انسانی فوجی کارروائیوں کو ہیگ میں قائم

جنگی جرائم کی عالمی فوجداری عدالت (ICC) میں بھیجنے سے متعلق قرارداد کو روس نے سلامتی کونسل میں ویٹو کر دیا تھا۔ سلامتی کونسل میں پیش کی گئی اس قرارداد پر اقوام متحدہ کے پچاس ارکان ممالک نے دستخط کیے تھے۔ جنھوں نے شام میں ہونے والے سنگین جرائم کی شدید الفاظ میں مذمت کی تھی اور اس کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کی سفارش کی گئی تھی۔ (خیال رہے کہ روس، ایران کے بعد شام کے صدر بشار الاسد کا سب سے بڑا حامی ہے اور وہ اس سے قبل پہلے بھی سلامتی کونسل میں شام کے خلاف پیش کی گئی تین قراردادوں کو ویٹو کر چکا ہے) تب شامی صدر بشار الاسد نے دمشق میں روس کے نائب وزیراعظم دیمتری راگوزین سے ملاقات کے دوران ہر قسم کی روسی حمایت پر اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ روس کی اس بے جا اور غیر اخلاقی حمایت پر یکم مارچ 2014ء کو سعودی وزارتِ خارجہ نے اپنے بیان میں کہا کہ یہ روس ہے جس کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے بشار الاسد نے اپنے ہی بے گناہ عوام کے خلاف بدترین سفاکیت جاری رکھی ہوئی ہے اور ماسکو کو اس حمایت کا یہ خمیازہ بھگتنا پڑا ہے کہ وہ عرب عوام کی ہمدردی سے محروم ہو گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ روس نے انتخابات کا ڈھونگ رچا کر بشار الاسد کو شامی بے گناہ و مقہور عوام پر ایک دفعہ پھر مسلط کرنے کی کوشش کی ہے جس پر پوری دنیا انگشت بدنداں ہے کہ ملک کی آدھے سے زیادہ آبادی بے گھر ہو چکی ہے، بھلا وہ لوگ کس طرح ووٹ کاسٹ کر سکتے تھے، حالانکہ شامی عوام نفرت وحقارت سے بشار الاسد کو مسترد کر چکے ہیں۔ 3 جون کو رچائے گئے انتخابی ڈرامے میں مبینہ طور پر 73.42 فیصد ووٹ کاسٹ ہوئے جن میں سے بشار نے 88.7 فیصد ووٹ حاصل کر کے ''شاندار'' کامیابی حاصل کی۔ شام میں اس وقت حالات اس نہج پر جا رہے ہیں کہ روس سرتوڑ کوشش کے باوجود بھی بشار کے اقتدار کو زیادہ دیر تک نہیں بچا سکتا، تو دوسری جانب روس نے حالیہ قرارداد کو ویٹو کر کے انسانیت کے خلاف بدترین جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ روس شام کی فوجی صلاحیتوں کو بڑھانے اور انٹیلی جنس شعبے میں شراکت کے ساتھ ساتھ میدان جنگ میں بالواسطہ طور پر بھی مکمل ساتھ دے رہا ہے۔ روسی فوجی تعاون سے بشار فورسز نے جہاں بے گناہ مسلمانوں پر تباہی و بربادی مسلط کی، وہیں بھوک اور افلاس اور عزت مآب مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ Rape کو بھی بطور ایک ہتھیار کے استعمال کر رہی ہیں۔

اسی طرح جون 2013ء میں روسی صدر نے ماسکو میں ''رشیا ٹوڈے'' کے دفتر کے دورے کے دوران میں میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہا: ''نظریاتی طور پر ہمارے اور امریکا کے اختلافات (شامی خانہ جنگی کے حوالے سے) بہت کم ہیں۔'' یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ روس ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کا ایک مضبوط حلیف اور دوست ہے۔ شام کے اسلام پسندوں نے جولان کی پہاڑیوں اور القنیطرہ کے درمیان کچھ گاؤں سے جب بشار فورسز کو بھگا کر ان پر قبضہ کیا تو اسرائیلی اخبار ''معاریف'' کے مطابق دسمبر 2013ء میں روسی صدر پوٹن نے اسرائیلی وزیراعظم بینجمن نیتن یاہو سے کہا ہے کہ روس اسرائیل کو نقصان پہنچانے کے لیے کبھی کوئی اقدامات نہیں کرے گا۔ پوٹن نے امریکہ کے اسرائیل کے ساتھ دیرینہ قریبی تعلقات کے باوجود کہا کہ روس اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہوگا اور اس کے مفادات کا دفاع بھی کرے گا۔ محترم قارئین! یہاں لفظ (نظریاتی طور پر) تھوڑا سا غور کرنے کی ضرورت ہے، یعنی اسلام وکفر کا تصادم..... افسوس تو مجھے ان لوگوں پر ہے جو آج بھی شام میں جاری جنگ کو سیاسی جنگ کہتے ہیں۔

تین برس سے زائد پر پھیلی ہوئی بے گناہ شامی عوام کے خلاف یہ تباہ کن جنگ جو روس و طاغوتی طاقتوں اور مختلف ملیشیاؤں کی مدد سے لڑی جا رہی ہے لیکن اس کے باجود بشار علوی حکومت ناکامی سے دوچار ہے۔ اب آہستہ آہستہ یہ اپنے منطقی انجام کی طرف گامزن ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ روسی قیادت نے افغانستان میں روسی افواج کا قبرستان بننے اور ماسکو سے سوویت یونین کا پرچم اترنے سے کچھ نہیں سیکھا۔

کیا خوبصورت پیرائے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے چھپے ہوئے عزائم کو طشت از بام کیا ہے۔ بقول قرآن..... ''اے ایمان والو! تم اپنے لوگوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، دوسرے لوگ تمھیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، وہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑو، ان کے دلوں کی دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ اپنے سینوں میں جو (بغض و عناد) چھپاتے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔'' (آل عمران 118:3)

ام حماس تیمیہ

تنقید
حوصلے کی آزمائش ہے

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں ایک آدمی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہہ رہا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموشی سے سنتے رہے اور بالآخر جواب دینے لگے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ کے چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوگئے اور آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے پیچھے ہی نکلے اور آپ کے پاس پہنچ کر عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! وہ آدمی مجھے گالیاں دے رہا تھا تو آپ ﷺ تشریف فرما تھے، لیکن جب میں نے اس کا کچھ جواب دیا تو آپ غصے میں اٹھ کھڑے ہوئے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّهُ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَنْكَ، فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ، فَلَمْ أَكُنْ لِأَقْعُدَ مَعَ الشَّيْطَانِ» ''ایک فرشتہ تمھاری جانب سے اس گالی دینے والے کو جواب دے رہا تھا لیکن جب تم نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا تو شیطان آ ٹپکا، اور اس لیے (میں وہاں سے اُٹھ گیا) اور میرے لیے مناسب نہیں تھا کہ میں شیطان کے ساتھ بیٹھوں۔'' (مسند أحمد: 436/2)

ایک انسان جو جواب دینے پر قادر بھی ہو اور وہ اپنی اس طاقت کا مظاہرہ نہ کرے تو معترض اگر اس وقت نہیں تو بعد میں اس کی خاموشی کی توجیہات میں الجھا رہتا ہے اور اس کا ضمیر خود ہی اسے اندر سے کچوکے لگاتا رہتا ہے۔ یہ فطرت کی لطیف تعزیریں ہوتی ہیں جو بعض صورتوں میں زیادتی کرنے والوں کے لیے کڑی سزا بن جاتی ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دفاع میں جو کچھ کہا اس کا اثر تو

یقیناً ہوا ہوگا۔ مگر ان کی طرف سے اگر فرشتے ہی جواب دیتے رہتے تو یقیناً اس کی اثر آفرینی اس سے کہیں بڑھ کر ہوتی۔

تنقید ہر کسی کے حوصلے کا امتحان ہوتی ہے جو آج کل بہت عام ہے۔ جتنا تم نے دوسروں پر تنقید یا نکتہ چینی کرنی ہے اتنی دیر میں اللہ کا ذکر کر لو جس کا ثواب بھی ہے اور دوسرے انسان کا دل بھی نہیں ٹوٹتا۔ اس تنقید اور نکتہ چینی کی آزمائش پر وہی پورا اتر سکتا ہے جو معترضین سے زیادہ حوصلہ مند ہوتا ہے۔ ہر کوئی اپنی اپنی وسعت قلبی کے مطابق ردعمل کا مظاہرہ کرتا ہے۔

لوگوں کی اکثریت تنقید یا الزام سن کر برافروختہ ہوجاتی ہے اور وہ چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں کو انتہائی سنجیدگی سے لے بیٹھتے ہیں۔

لوگوں کے ڈر سے کہ اگر یہ کام کیا تو لوگ تنقید کریں گے، نکتہ چینی کریں گے یا مذاق اڑائیں گے، ہمیں اپنا کام چھوڑ نہیں دینا چاہیے بلکہ تنقید کرنے والوں کو اپنا کام کرنے دیں اور آپ اپنا کام کریں۔

دو مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں ان کو پڑھیے اور سمجھیے کہ ہمیں تنقید کے ڈر سے کام کرنا چاہیے یا چھوڑ دینا چاہیے فیصلہ آپ کا اپنا ہوگا۔

امریکی فوج کے میجر جنرل سمیڈلی بٹلر نے ایک دفعہ اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا: مجھے جوانی کے عالم میں لوگوں میں مقبول ہونے کا بڑا شوق تھا۔ میں ہر ایک پر اپنی شخصیت کا اچھا تاثر ڈالنا چاہتا تھا۔ میرے لیے ان دنوں ہلکی سی تنقید بھی ناقابل برداشت ہوا کرتی تھی، لیکن بعد میں فوج میں گزرے ہوئے تیس برسوں کے تجربات نے مجھے سوچ سمجھ عطا کردی۔ میری بڑی ہتک کی گئی اور شدید مذمت کا نشانہ بنایا گیا۔ مجھے طرح طرح کے ناموں سے پکارا گیا۔ فوجی ماہرین نے بھی مجھے لعنت ملامت کی۔ مجھے ناقابل بیان الفاظ اور القاب سے یاد کیا جاتا تھا لیکن اس کا مجھ پر کچھ بھی اثر نہ ہوتا تھا کیونکہ میرا ضمیر مجھے درست قرار دے رہا تھا۔

ایک امریکی کارپوریشن کے چیئرمین میتھو برش نے کہا: شروع شروع میں میں بڑا حساس ہوا کرتا تھا۔ میری یہی کوشش ہوتی تھی کہ ادارے کے سارے ملازمین مجھے مکمل اور بہترین شخص خیال کریں۔ مگر حالات ایسے ہوگئے کہ میں ایک ناراض شخص کو خوش کرنے کی کوشش کرتا تو دوسرا ناراض ہوجاتا۔ اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتا تو تیسرا ناراض ہوجاتا تھا۔ آخر میں سوچتا کہ تنقید سے بچنے کے لیے جتنا میں کسی کے مجروح جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہوں، میرے مخالفین کی تعداد میں اتنا ہی اضافہ ہورہا ہے۔ چنانچہ میں نے طے کرلیا کہ اگر عام لوگوں سے بلند بننا ہے تو تنقید کا سامنا تو کرنا ہی پڑے گا اور سر پر ایک چھتری تان لی جائے تاکہ تنقید کی بارش سے بھیگنے سے بچا جاسکے۔

شیخ سعدی نے ایک شخص کا ذکر کیا ہے جو بڑا عرصہ گناہ آلود زندگی بسر کرتا رہا۔ پھر وہ گناہوں سے تائب ہوگیا۔ اوباشوں کی صحبت ترک کرکے اہل حق کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے فیض سے نہایت اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک بن گیا۔ لیکن اس کے ماضی کی زندگی کے پیش نظر لوگ اس کو برا بھلا ہی کہتے اور اس کی نیکی اور تقویٰ کو ریاکاری سے تعبیر کرتے تھے۔ وہ بے چارہ لوگوں کی تنقیدیں سن سن کر تنگ آگیا۔ وہ اپنے کسی بڑے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! اگر فی الواقع تو نیک ہو اور لوگ تجھے برا کہیں تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تو حقیقت میں برا ہو اور لوگ تجھے نیک کہیں۔''

اصل بات کردار کی ہے۔ آپ ایک اچھا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں، مگر کچھ لوگ جو آپ کو کسی وجہ سے پسند نہیں کرتے یا جنھیں آپ فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں اور لوگ انھیں پسند نہیں کرتے تو وہ تنقید تو کریں گے۔ اگر آپ بالکل ہی کچھ نہ کریں تو آپ کو غفلت شعار اور بیزار انسان ہونے کے الزام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یعنی کہ ہر حال میں تنقید، کروں تو تب بھی، نہ کروں تو تب بھی۔

تنقید کرنے والوں کو بھی ہمارا مشورہ ہے کہ دوسروں پر تنقید کرنے سے الٹا ہمارا ہی نقصان ہوتا ہے۔ جس کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اس پر اثر ہوتا ہے یا کہ نہیں، یہ بعد کا مسئلہ ہے مگر تنقید کرنے والا مسلسل پریشانی کا شکار رہتا ہے۔ وہ اندر ہی اندر اس ٹینشن میں مبتلا رہتا ہے کہ اس پر میری بات کا اثر کیوں نہیں ہوا۔ میں نے تو فلاں کام سے روکنے کے لیے اسے تنقید کا نشانہ بنایا مگر وہ تو اس میں آگے ہی بڑھتا جارہا ہے، وغیرہ۔ اس لیے ہمیں تنقید سے بچنا چاہیے۔ ہمیں خود بھی خوش رہنا چاہیے اور دوسروں کو بھی خوش رہنے کا موقع دینا چاہیے کیونکہ یہی زندگی ہے۔ جیو اور جینے دو۔



عبدالمالک مجاہد

علمائے حدیث کے سائے چند روز

سلفی مدارس کے شیوخ کے کاروانِ عمرہ سے چیف ایڈیٹر کی یادگار ملاقات

پاکستان سے خاصی بڑی تعداد میں علوم حدیث کے اعلیٰ پائے کے اساتذہ اور مختلف مدارس وجامعات کے شیوخ الحدیث مدینہ طیبہ آئے ہوئے تھے' ان حضرات سے شرفِ ملاقات کے لیے میں مدینہ منورہ پہنچا۔ دارالسلام ہیوسٹن برانچ امریکہ کے سربراہ حافظ عبدالوحید سوہدروی ایک زمانے سے اپنے رشتہ داروں، عزیزوں، علمائے کرام اور کلاس فیلوز کو عمرہ کرواتے چلے آرہے ہیں۔ پچاس فیصد اخراجات وہ خود ادا کرتے ہیں باقی رقم عمرہ کرنے والا ادا کردیتا ہے۔ اس مرتبہ انھوں نے دینی مدارس و جامعات کے شیوخ الحدیث کے لیے اعلان کیا کہ ان حضرات کے سفر حرمین شریفین کے اخراجات کا پچاس فیصد وہ برداشت کریں گے، جبکہ باقی پچاس فیصد انھیں خود برداشت کرنا ہوگا۔علم انبیائے کرام کی میراث ہے۔ حدیث رسول ﷺ پڑھنے پڑھانے والے بلاشبہ دنیا کے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔عامۃ المسلمین بازاروں میں کاروبار کرتے ہیں،مگر یہ عظیم لوگ مساجد، مدارس اور جامعات میں بیٹھ کر دین حنیف سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کے بازار میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ لوگ کاروبار میں مصروف ہیں۔ انھوں نے لوگوں کو مخاطب کیا اور فرمایا: لوگو! تم یہاں بازار میں کاروبار کررہے ہو اور ادھر مسجد نبوی میں اللہ کے رسول ﷺ کی میراث تقسیم ہورہی ہے!! لوگوں نے سوچا کہ نجانے اللہ کے رسول ﷺ کتنا مال ودولت چھوڑ کر گئے ہیں۔ وہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی، پھر اسے یاد کر کے دوسروں تک پہنچایا''

(جامع الترمذی، حدیث: 2656)

کاروباری سرگرمیاں چھوڑ چھاڑ کر بھاگتے ہوئے مسجد نبوی میں پہنچے تاکہ اپنا حصہ وصول کرسکیں۔ جب مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں دنیا کا کوئی مال تو تقسیم نہیں ہو رہا تھا، البتہ مسجد میں علوم قرآن وحدیث سیکھنے اور سکھانے کے حلقات قائم تھے، جن میں حفاظ ومحدثین پڑھ اور پڑھا رہے تھے۔لوگوں کا خیال تھا کہ مسجد نبوی میں سونے اور چاندی کے ڈھیر لگے ہوں گے، جو لوگوں میں تقسیم ہو رہے ہوں گے، مگر وہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔ وہ لوگ جس طرح خالی ہاتھ گئے تھے، اسی طرح خالی ہاتھ واپس آگئے۔ سیدنا ابوہریرہ سے کہنے لگے: ابوہریرہ! آپ نے تو کہا تھا کہ مسجد نبوی میں اللہ کے رسول ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، مگر ہم نے تو وہاں کوئی چیز تقسیم ہوتے نہیں دیکھی۔ سیدنا ابوہریرہ کہنے لگے: اچھا یہ بتاؤ تمھیں مسجد میں کوئی چیز نظر آئی؟ کہنے لگے: ہاں، مسجد میں بعض علمی حلقات ضرور نظر آئے، کچھ لوگ قرآن وحدیث پڑھ اور پڑھا رہے تھے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے بندو! یہی تو اللہ کے رسول ﷺ کی میراث ہے۔ پھر فرمایا: «إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ» ''اس میں شک نہیں کہ انبیائے کرام دینار و درہم کا ورثہ نہیں چھوڑتے، بلکہ وہ علم کا ورثہ چھوڑتے ہیں۔ جو شخص دینی علم حاصل کرلے گا، وہ اس میراث کا بڑا حصہ پالے گا۔'' (جامع الترمذي: 2682)

بلاشبہ آج کا دور صحابہ کرام کا دور نہیں، لیکن آج بھی اگر آپ دینی مدارس میں جاکر ان علمائے حدیث کی مجالس میں بیٹھیں اور ان کی گفتگو سنیں تو ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔یہی وہ پاکیزہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی زندگیاں معمولی آمدنی پر گزار دی ہیں، مگر وہ اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال ہیں۔

حافظ عبدالوحید صاحب نے برادرم حافظ عبدالعظیم اسد کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ اس سفر کا اہتمام کریں گے، چنانچہ 77 علمائے حدیث کا یہ قافلہ 6 مئی 2014ء کو مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ ان میں بڑے بڑے مشائخ اور علوم حدیث کے اساتذہ کرام شامل تھے۔ راقم الحروف کو حافظ عبدالوحید صاحب نے حکم سنایا کہ تم بھی بطور خاص ان علماء اور شیوخ الحدیث سے ملاقات کے لیے آؤ گے۔ میرے لیے بھی یہ اعزاز والی بات تھی کہ اتنی بڑی تعداد میں علمائے کرام سے ملاقات کا موقع مل رہا تھا۔ کہنے لگے: اس قافلے میں شیخ الحدیث عبداللہ امجد چھتوی صاحب بھی شامل ہوں گے۔ چھتوی صاحب میرے استاذ ہیں، میں نے ان سے حدیث پڑھی ہے، ان سے سند فراغت حاصل کی ہے۔ میں نے کہا: پھر تو مجھے بھی ان سے حدیث کی اجازہ لینی چاہیے۔ میں نے از راہ تفنن کہا: میں ان شاء اللہ شیخ الحدیث مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب سے مدینۃ الرسول ﷺ میں حدیث کی سند اجازہ لوں گا، پھر میں اور آپ استاذ بھائی بن جائیں گے۔ کہنے لگے: یہ تو اور بھی اچھی بات ہوجائے گی۔ میں نے کہا کہ جب میں اور آپ ایک ہی استاذ کے شاگرد بن جائیں گے، پھر میرے تو مزے ہوجائیں گے۔ کہنے لگے: وہ کیسے؟ میں نے کہا: میں آپ کو ہر موقع پر یہ حوالہ دے کر اپنے مطالبات منوایا کروں گا۔ میری یہ بات سن کر حافظ صاحب خوب ہنسے، بڑے محظوظ ہوئے اور بہت سی دعائیں دے ڈالیں۔

(یاد رہے شیخ الحدیث مولانا عبداللہ امجد چھتوی رحمہ اللہ کے سامنے حافظ عبدالوحید صاحب کے بھتیجے مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ نے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیے تھے اور ان کے بیٹے محمد نعمان فاروقی نے بھی بخاری شریف شیخ موصوف سے پڑھی ہے۔ اللہ شیخ کی عمر میں برکت فرمائے۔ ایڈیٹر)

بلاشبہ حافظ عبدالوحید سوہدروی بہت عظیم شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوب خرچ



کرنے والے اور علمائے کرام کے خادم ہیں۔ ان کے والد گرامی مولانا عبدالمجید سوہدروی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ حافظ عبدالوحید کے نانا جان مولانا احمد علی لاہوری کسی تعارف کے محتاج نہیں، وطن عزیز کے اکثر لوگ ان کے علم، تقوی اور للّٰہیت سے آگاہ ہیں۔

ہم مغرب کی نماز ادا کر چکے تو مسجد نبوی کے جنوبی حصے کی جانب روانہ ہوئے۔ بقیع کے قریب ہی نیچے تہہ خانے میں مسجد نبوی کا میوزیم بنا ہوا ہے۔ یہاں مسجد نبوی کی تاریخ پر ڈاکومنٹری دکھائی جاتی ہے۔ ساتھ ساتھ شیخ ڈاکٹر فایزالفایز لیکچر دیتے ہیں۔عموماً مدینہ یونیورسٹی کے طلبہ ساتھ ساتھ ترجمہ بھی کرتے چلے جاتے ہیں، مگر آج مترجمین کی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ سامعین کی اکثریت عربی زبان کے اساتذہ پر مشتمل تھی۔ ہم لوگ شیخ الحدیث حافظ عبدالستار حماد صاحب کی رہنمائی میں نیچے اترے۔ یہ بڑا خوبصورت ہال ہے۔ اگلی قطاروں میں صوفے، ان کے پیچھے اور دائیں جانب کرسیاں، سامنے پروجیکٹر کی سکرین لگی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر فایزالفایز نے وفد کا استقبال بہت محبت اور احترام سے کیا۔ برادرم ابوتراب نور پوری ہمیشہ کی طرح بہت سرگرم نظر آئے۔ ڈاکٹر فایزالفایز مدینہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ وہ اس ہال کے ذمہ دار بھی ہیں۔ یقیناً انھوں نے اپنی زندگی میں سیکڑوں نہیں ہزاروں لیکچر دیے ہوں گے، مگر آج ان کے لیکچر کی شان بڑی نرالی اور انوکھی تھی۔ آج ان کے سامنے علمائے حدیث، مشائخ عظام اوراساتذہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا اندازِ بیان بڑا ہی پیارا اور انوکھا تھا۔ زندگی میں بڑے بڑے لیکچر سننے کا اتفاق ہوا، مگر یہ لیکچر بہت مؤثر اور معلوماتی تھا۔

انھوں نے کم وبیش 45 منٹ کے لیکچر میں مسجد نبوی کی تاریخ بیان کی، مگر یہ صرف تاریخ ہی نہیں تھی، بلکہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی مبارک زندگی کے مختلف گوشوں اور نمایاں پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی۔ انھوں نے بڑی تفصیل سے بتایا کہ آپ ﷺ کی زندگی کتنی سادہ تھی۔ ازواج مطہرات کے حجرے کس سائز کے تھے۔ پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی تاریخ بیان کی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی آخری آرام گاہ کی تاریخ ایسے مؤثر انداز میں بیان کی کہ ہم سنتے ہی رہ گئے۔ انھوں نے بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی آخری گفتگو میں فرمایا تھا: «لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ» ''یہود ونصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انھوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' (صحيح البخاري:1330، وصحيح مسلم: 529)

قارئین کرام! بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند اور دیگر اسلامی ملکوں میں دین کے نام پر، محبت رسول ﷺ کے نام پر، اولیاء اللہ کے نام پر اتنی زیادہ شرکیہ اور کفریہ حرکات ہوتی ہیں کہ ان کے مرتکبین کے عقائد اور اعمال دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کیا یہی وہ اسلام ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ لے کر آئے تھے؟! ڈاکٹر فایزالفایز کا لیکچر میں نے ریکارڈ کرلیا تھا۔ ان شاء اللہ! مستقبل قریب میں کوشش کروں گا کہ اس کا خلاصہ لکھ کر اپنے قارئین تک پہنچا سکوں۔ بس ایک بات ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اسلام میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور ہمیں ہر حالت میں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم شرک سے کوسوں دور رہیں۔ ہم اپنی تمام امیدیں اور تمنائیں صرف اللہ کی ذات سے وابستہ رکھیں۔

مجھے اس وفد میں شامل بعض علمائے کرام کے ساتھ بیٹھ کر قدرے تفصیلی گفتگو کا اتفاق ہوا۔ ان کی گفتگو میں ایمان صادق کے جذبات موجزن تھے۔ وہ اس مقدس سفر سے مسلسل مستفید ہورہے تھے۔ وفد کے بعض ارکان ایسے بھی تھے جنھیں پہلی مرتبہ عمرہ کی ادائیگی اور مسجد نبوی میں نمازیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہو رہی تھی۔ اس وفد کے قائد حافظ عبدالستار حماد تو مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ یہاں جب پڑھنے آئے تو شاہ خالد رحمہ اللہ کا زمانہ تھا۔ وہ اپنی یادداشتوں کو تازہ کررہے تھے۔ مدینہ شریف میں اب کتنی تبدیلی آگئی ہے۔ اب تو نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آل سعود کی حکومت کو جزائے خیر عطا فرمائے، انھوں نے حرمین شریفین کی توسیع اور فراہمی خدمات کے حوالے سے نئے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔

13 مئی 2014ء کی صبح کو ہماری ملاقات مدینہ یونیورسٹی میں حدیث کالج کے سربراہ سے طے تھی۔ وفد کے بعض ارکان اس کالج سے



فارغ التحصیل تھے۔ ہم ملاقات کے لیے گئے تو معزز میزبان نے گرم جوشی سے وفد کا استقبال کیا۔ دارالسلام نے حال ہی میں مسند الامام احمد بن حنبل ایک جلد میں اٹلی سے شائع کی ہے۔ ایک نسخہ پر وفد کے تمام اراکین نے اپنے دستخط ثبت کیے اور اسے رئیس کلیۃ الحدیث کی خدمت میں پیش کیا۔ علمائے کرام نے انھیں پاکستان میں دعوتی سرگرمیوں، علمائے حدیث کی خدمات اور دینی مدارس کے کام کے حوالے سے آگاہ کیا۔ انھوں نے بھی مختلف سوالات کے ذریعے علمائے حدیث کے احوال جاننے کی کوشش کی۔ انھوں نے فرمایا: مجھے خوشی ہے کہ آج اس وفد میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں، جو مدینہ یونیورسٹی کے بالکل ابتدائی زمانے میں پڑھتے رہے ہیں۔ فرمانے لگے: ہم تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جب آپ لوگ یہاں کے بڑے بڑے مشائخ اور محدثین کرام سے علم حاصل کر رہے تھے۔

13 مئی کا دن میرے لیے اس لحاظ سے بھی بہت اہم تھا کہ میری زندگی کی ایک اور بڑی خواہش پوری ہو رہی تھی کہ آج عصر کی نماز کے بعد دارالسلام کی نئی برانچ کا افتتاح ہو رہا تھا۔ ایک مدت سے مدینہ طیبہ میں دارالسلام کی برانچ موجود ہے، مگر وہ حرم شریف سے خاصی دور ہے، یہ مدینہ یونیورسٹی کے دروازے کے پاس ہے۔ الحمد للہ! اب مسجد نبوی کے باب ملک فہد سے محض پانچ چھ منٹ کی پیدل مسافت پر ہمیں یہ دکان مل گئی ہے۔ عصر کی نماز کے بعد علمائے کرام اور مشائخ عظام جمع ہونا شروع ہوگئے۔ عین وقت پر مسجد نبوی کے مؤذن شیخ ایاز شکری افتتاح کے لیے تشریف لے آئے۔ شیخ الحدیث حافظ عبداللہ امجد چھتوی نے بڑے درد دل اور خشوع وخضوع سے دعا کی۔ حدیث میں پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والے شیخ ایاز شکری نے فرمایا: ہم دارالسلام کو حرم شریف کے پڑوس میں آنے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے اس موقع پر بڑی خوبصورت تقریر کی۔ دارالسلام کی کتابوں کے منہج اور تحقیقی معیار کی تعریف کی۔ راقم الحروف نے بھی حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا: میری دیرینہ تمنا تھی کہ دارالسلام کی ایک برانچ مسجد نبوی کے قریب بھی ہو، جو آج اللہ کے فضل وکرم اور برادر عزیز منیب کبریا کی شبانہ روز محنتوں سے پوری ہوگئی ہے۔ اب کتاب و سنت کی دعوت مزید آسان اور عمدہ طریقے سے دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے حجاج، معتمرین اور زائرین میں پھیلے گی۔ ہر چند کہ اب وقت کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ اور بعض دیگر عوامل کی بنا پر مطالعہ کتب کے رجحان میں کمی واقع ہو رہی ہے، مگر جو لوگ کتابوں سے محبت کرتے ہیں وہ اب بھی اپنی پسند کی کتابوں کو بڑی محنت سے تلاش کر کے ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ راقم نے مسجد نبوی کے مؤذن اور دیگر علمائے کرام کو دارالسلام کے مستقبل کے منصوبوں کے بارے میں آگاہ کیا۔

میری دیرینہ تمنا تھی کہ مشائخ کی مدینہ شریف میں موجودگی سے فائدہ اٹھا کر میں ان کو حدیث کا سبق سناؤں اور ان سے حدیث کی سند ''اجازہ'' حاصل کروں۔ اجازہ کا یہ لفظ علمائے حدیث کی خاص اصطلاح ہے۔ جس میں وہ اپنے شاگرد کو سماع حدیث کی سند دیتے ہیں، اور اسے حدیث بیان کرنے کی باقاعدہ اجازت دی جاتی ہے۔ میری اہلیہ کی خواہش تھی کہ وہ بھی اس درس میں شریک ہو، چنانچہ ہوٹل کے کمرے میں ایک طرف اہلیہ پردہ کر کے بیٹھ گئی۔ محترم شیخ عبداللہ امجد چھتوی، مفتی حافظ عبدالستار حماد اور محمد بن عبداللہ شجاع آبادی کو راقم نے چالیس احادیث سنائیں۔ اللہ ان علمائے حدیث کو جزائے خیر عطا فرمائے، انھوں نے بعض معمولی اخطا کی تصحیح کے بعد راقم کی تحسین کی، حوصلہ افزائی فرمائی اور تینوں مشائخ نے اپنے گراں قدر دستخطوں سے مجھے سند اجازہ عطا فرمائی۔ بلاشبہ یہ میری زندگی کے بہترین لمحات تھے، جب ان جلیل القدر علمائے کرام نے بہت سی دعاؤں سے نوازتے ہوئے راقم کو خدام الحدیث کی صف میں شامل کیا۔

مدینہ یونیورسٹی میں ان دنوں زیر تعلیم پاکستانی طلبہ کی تعداد چار سو کے قریب ہے۔ ان میں ستر کے قریب طلبہ ایسے بھی ہیں جو اپنی فیملیوں سمیت مدینہ میں رہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ طلبہ اب ماسٹر ڈگری کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی کے طلبہ نے علمائے کرام اور مشائخ عظام کی مدینہ طیبہ آمد کا فائدہ اس طرح اٹھایا کہ انھوں نے اپنا سالانہ دعوتی پروگرام استراحہ طیبہ لینڈ میں رکھ لیا۔ مجھے طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر اور ان کی گفتگو سن کر بہت لطف محسوس ہوتا ہے۔ میں

بقیہ صفحہ 66 پر

مادہ پرستی اور دین سے دوری کے اس دور میں مدارس دینیہ کا کردار اور موجودہ مسلمانوں پر اس کے مثبت اثرات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ ہر صاحب ثروت، جس کے اندر دین کی رمق موجود ہے، وہ مدارس دینیہ میں علوم نبوت حاصل کرنے والوں کی مالی امداد کرنا چاہتا ہے۔ مگر تعاون کرنے والوں کے سامنے کئی اشکالات ہیں، مثلاً: مدارس موجودہ دور کے مطابق افراد کار پوری طرح تیار اور مہیا نہیں کر رہے۔ بعض مدارس کے نظام میں کرپشن کا الزام ہے۔ جس وجہ سے تمام مدارس بدنام ہوتے ہیں۔ مدارس کے لیے تعاون اکٹھا کرنے کا نظام بھی پروقار اور امانت و دیانت سے بھرپور نہیں ہے۔ بڑی مساجد میں ہر نماز کے سلام پھرتے ہی مختلف اطراف سے اپیلیں بھی اس نظام میں بہتری لانے کی اپیل کرتی ہیں۔

ایسی صورت حال میں ہم سب پر کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے مدارس کے ساتھ پرخلوص تعاون کرنے والے حسب ذیل امور کا خیال رکھیں:

① کوشش کریں کہ جہاں آپ رہتے ہیں وہاں کے مدارس کے ساتھ تعاون کریں کیونکہ قریبی مدرسہ آپ کے تعاون کا زیادہ مستحق ہے۔ علاوہ ازیں دوسرے علاقے کے مدرسے سے تعاون کرتے وقت آپ کو بہت چھان بین کرنی پڑتی ہے۔

ایک صوبے کے مدرسے کا سفیر اگر دوسرے صوبے کی مساجد میں جا کر تعاون کی اپیل کرے گا تو یقیناً یہ سوال تو اٹھے گا کہ کیا جہاں دین کا اتنا عظیم الشان کام ہو رہا ہے وہاں پورے علاقے میں کوئی بھی تعاون کرنے والا نہیں ہے۔ بصورتِ دیگر اپنے علاقے میں کوئی تعلیمی سلسلہ شروع کرنے کی کوشش کریں تاکہ

سفیر حضرات اور ان کے معاونین سے چند گزارشات

حافظ محمد حق نواز



اہل علاقہ کو تعلیم و تربیت کا بہترین مرکز اور زکاۃ وصدقات کا صحیح مصرف بھی مل جائے۔

② اگر آپ اپنے علاقے سے باہر کسی مدرسے کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں تو چندہ جمع کروانے سے پہلے باقاعدہ تحقیق کریں کہ آیا کاغذات میں مذکور مدرسے کا وجود ہے یا نہیں؟ مدرسہ میں اقامتی وغیر اقامتی طلبہ واساتذہ کی تعداد کتنی ہے؟ اور مدرسہ کی کارکردگی کا مکمل جائزہ لیں۔

③ مدارس کی ضروریات کا جائزہ لے کر بذات خود اطمینان کے ساتھ مدرسہ کے دفتر میں مالی تعاون جمع کروائیں۔

④ زکاۃ، صدقات اور عطیات مدرسہ کی طرف سے دیے گئے بینک اکاؤنٹ نمبر کے ذریعے جمع کروائیں۔

⑤ مدرسہ کی جانب سے مقرر کردہ سفیر یا نمائندے کے پاس بذریعہ رسید زرِتعاون جمع کروائیں۔

سفیروں کی خدمات اور طرزِ عمل

ماہِ رمضان میں بہت سے سفیر مدارس کے لیے مختلف شہروں، دیہات اور قصبوں سے چندہ اکٹھا کرکے لاتے ہیں۔ اس کے لیے انھیں بہت سی قربانیاں دینا پڑتی ہیں، مثلاً:

① وہ گھر بار، اہل وعیال کو چھوڑ کر مسلسل سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔

② ماہ رمضان کی برکتوں، صیام و قیام کی سعادتوں سے اکثر محروم رہتے ہیں۔

③ در در، گلی گلی، قریہ قریہ، شہر شہر کی خاک چھانتے ہیں اور چندہ مانگتے وقت بہت سے سرمایہ داروں کی حقارت بھری اور طنزیہ نگاہوں کا نشانہ بنتے ہیں۔

④ بعض اوقات دور دراز کا سفر کرکے بہت سے مقامات سے مایوسی اور ناامیدی کے عالم میں ٹوٹے دل کے ساتھ خالی ہاتھ واپس بھی لوٹنا پڑتا ہے۔

⑤ بہت سے مقامات پر چندے کے حصول کے لیے کئی کئی چکر لگانے پڑتے ہیں، باہر گرمی میں گھنٹوں انتظار کی زحمت بھی اٹھانی پڑتی ہے۔ بالآخر جب چندے کے نام پر چند روپے تھما دیے جائیں تو ایسے لمحات کو بھی صبر وتحمل کے ساتھ گزارنا پڑتا ہے۔

مساجد اور مدارس کے سفیروں میں سے کئی ایسے بھی ہیں جو یہ سفارتکاری فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔ بعض نیک نیت ہونے کے باوجود کمیشن وغیرہ بھی طے کرتے ہیں جبکہ بعض سفیر دنیاوی مفادات کو سامنے رکھتے ہیں۔ محض کمیشن کے حصول کے لیے جو لوگ چندہ اکٹھا کرتے ہیں وہ دنیا میں بھی خسارے سے دوچار ہوتے ہیں اور آخرت کے ابدی فائدے اور اجر سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ اسی قسم کے سفیروں کے چند اعمال کی وجہ سے پورا معاشرہ مدارس اور ان سے وابستہ افراد کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیتا ہے، مثلاً:

① مساجد میں فرائض کی ادائیگی کے بعد ابھی پوری طرح سلام بھی نہیں پھرا ہوتا کہ سفیر اپیل شروع کر دیتے ہیں۔ پھر نمازیوں کے آگے سے گزرتے ہوئے، گردنیں پھلانگتے ہوئے دروازے کی طرف بھاگ کھڑے ہوتے ہیں تاکہ ہر نمازی سے چندہ مانگا جاسکے۔

② اگر کسی مسجد میں ایک سے زائد سفیر اکٹھے ہوجائیں تو حصول چندہ یا باہم تقسیم کے معاملے پر لڑائی شروع کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات تو انتہائی نازیبا زبان درازی کرتے کرتے نوبت لڑائی تک جا پہنچتی ہے۔

③ مساجد میں دروازوں کے پاس بیٹھے سفیروں کے پاس چندہ جمع کرواتے وقت اکثر لوگ رسید وصول نہیں کرتے۔ بعدازاں سفیر حضرات اپنی مرضی سے رسید کاٹتے ہیں یا پھر کاٹتے ہی نہیں جس کے نتیجے میں خیانت کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

④ دنیاوی مفادات کو ترجیح دینے والے سفیر حاصل کی جانے والی رقم سے 30 سے 50 فیصد تک تو بذریعہ کمیشن حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر کسی کو اتنا کمیشن نہ ملے تو وہ مختلف طریقوں سے خیانت کا ارتکاب کرتا ہے اور علاوہ ازیں سفری اخراجات علیحدہ سے وصول کرتا ہے جس کے نتیجے میں جمع ہونے والی رقم میں سے بمشکل 30 فیصد مدارس تک پہنچ پاتی ہے۔

ایسے ہی کردار کے حامل سفیروں کی وجہ سے بیشتر مدارس مالی مشکلات کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔ مدارس کو چاہیے کہ باہم مل کر سفیروں کے لیے باقاعدہ اخلاقی ضابطے وضع کریں جن کی مدد سے مساجد میں پیدا ہونے والا افراتفری کا ماحول بھی کنٹرول کیا جاسکے اور مدارس کے مفادات کو بھی گزند نہ پہنچنے پائے۔ مدارس اور ان سے وابستہ افراد کی عزت بھی

محفوظ رہ سکے اور عوام کا اعتماد بھی بحال رہ سکے۔ بطور مثال چند ضابطے پیش خدمت ہیں:

① مدارس و مساجد کو باقاعدہ جماعتی نظام کے تحت چلایا جائے۔ جماعتی سطح پر زکاۃ وصدقات اور عطیات کو اکٹھا کیا جائے اور اس اجتماعی فنڈ میں سے حسب ضرورت مدارس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

② جماعتی سطح پر ہی سفیروں کو بھیجا جائے اور عوام کو مطلع کردیا جائے کہ ہمارے منتخب کردہ سفیروں کے بغیر کسی کو چندہ جمع نہ کروائیں۔ ملک بھر میں سفیروں کا باقاعدہ معقول کمیشن پہلے سے طے کرلیا جائے تاکہ مدرسے اور سفیر دونوں کا نظام چلتا رہے۔

③ جماعتی سطح پر باقاعدہ تحقیقاتی ٹیم بنائی جائے جو خرچ اور آمدن کا باقاعدہ حساب لے۔ مدارس کو فنڈ دینے کے بعد ان کی کارکردگی کا بھی جائزہ لے۔ اور سفیروں سے بھی باز پرس ہو۔

④ سفیروں کے انتخاب کے وقت کڑی شرائط رکھی جائیں تاکہ ایمان دار، اہل علم، امانت و دیانت اور صداقت و شرافت کے حامل، حلیم الطبع اور حوصلہ مند افراد سامنے آئیں جن کے ذریعے دور دراز کے لوگوں تک دعوت دین بھی پہنچ سکے اور انھیں علوم دینیہ کے حصول کی طرف راغب بھی کیا جاسکے۔ اس لحاظ سے سفیر ہی مدارس کی تعلیم و تربیت کا عملی نمونہ پیش کرکے ایک اشتہار کا کام بھی دے گا۔ اگر وہ بدعمل اور بے علم ہوگا تو چندہ دینے والے نہ صرف متنفر ہوں گے بلکہ دین سے دور ہوتے جائیں گے۔

⑤ سفیروں کو جماعتی سطح پر تزکیہ (سفارشی خط) ضرور دیا جائے لیکن اس کے لیے باقاعدہ پہلے لازمی کوائف کے ہمراہ درخواستیں مقررہ تاریخ تک وصول کی جائیں۔ کاغذات کی مکمل جانچ پڑتال کے بعد صرف مطلوبہ معیار پر پورا اترنے والے سفیروں کو تزکیہ عنایت کیا جائے۔

⑥ تزکیہ دیتے وقت ایسے مدارس کے سفیروں کو ترجیح دیں جو جماعتی نظم و ضبط اور وفاق المدارس السلفیہ کے ساتھ منسلک ہوں اور ان میں رہائشی طلبہ زیادہ ہوں۔

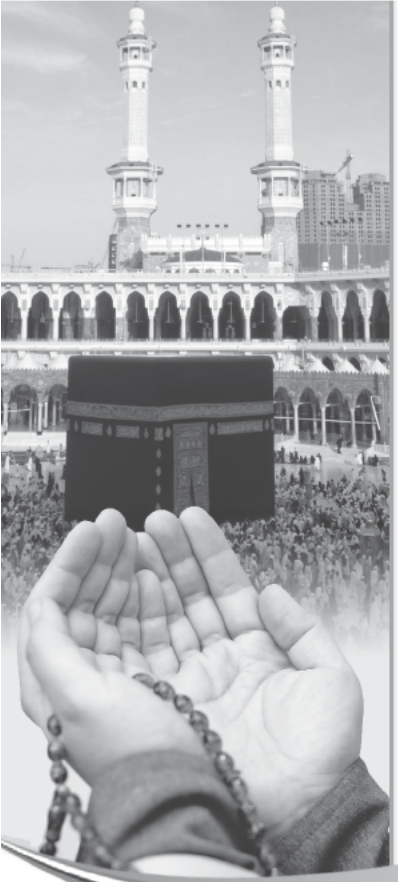
حصول تزکیہ کے لیے دیے گئے درخواست فارم میں مدرسہ کے بارے میں ضروری معلومات، مثلاً: مدرسہ کا نام، مکمل پتہ، فون نمبر، رہائشی اور غیر رہائشی طلباء و اساتذہ کی تعداد، موجودہ تعلیمی مراحل، مدرسہ کے منتظمین میں سے کم از کم تین سرکردہ ارکان و مدیر اعلیٰ کے نام مع رابطہ نمبر وغیرہ باقاعدہ دفتری ریکارڈ کے لیے طلب کیے جائیں۔ اسی طرح سفیر کے ذاتی کوائف میں نام مع ایڈریس و رابطہ نمبر، شناختی کارڈ نمبر، درس نظامی کی سند، امانت و دیانت، صداقت و شرافت کی گواہی ضرور طلب کی جائے۔ انتہائی تحقیق کے بعد منتخب افراد ہی کو تزکیہ دیا جائے کیونکہ اس تزکیہ کی بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ عوام جب چندہ جمع کرواتے ہیں تو وہ موجود تزکیہ ہی پر اعتماد کرتے ہیں۔

پھر جن حضرات کو تزکیہ دیا جائے ان کی ایک لسٹ تمام مساجد کے ذمہ داران کو ارسال کردی جائے۔

ہمارے معاشرے میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ جماعتی سطح پر ضلعی، صوبائی یا ملکی امیر صاحب کے دفتر سے تزکیہ جاری کیا جاتا ہے۔ دفتر میں امیر صاحب کے دستخط والی مہر موجود ہوتی ہے، لہٰذا دفتر والے تزکیہ کی فیس مل جانے پر بغیر تحقیق کے ہر بندے ہی کو تزکیہ جاری کردیتے ہیں جس کے نتیجے میں ہر بندہ سفیر بن جاتا ہے۔ بے روزگاری کی وجہ سے کتنے ہی لوگ فرضی مدرسہ کے ضروری کاغذات اور رسید بکیں تیار کروالیتے ہیں اور پھر تزکیہ وصول کرکے ماہِ رمضان کے سیزن سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کے بعد نہ کسی کے پاس تحقیق کا وقت ہوتا ہے اور نہ تزکیہ دیکھنے کے بعد کوئی اس ٹوہ میں پڑنے کی ضرورت ہی محسوس کرتا ہے، بہرحال لوگوں کو تو نیک نیتی کی بنا پر اپنے دیے ہوئے اموال پر اجر مل جاتا ہے لیکن نقصان مدارس کا ہوتا ہے کہ ان کا مال کہیں اور چلا جاتا ہے۔

بعض دفاتر اور علماء تزکیہ جاری کرنے میں بہت ہی غیر محتاط واقع ہوئے ہیں۔ وہ تاریخ تک نہیں لکھتے۔ مطلوبہ مسجد یا مدرسہ تعمیر ہو چکا ہوتا ہے مگر سفیر کے کاغذوں میں ابھی زیر تعمیر ہی ہوتا ہے۔ پہلے تعمیر کے لیے پھر عملے کی تنخواہوں کے لیے دوڑ دھوپ شروع ہوجاتی ہے اور عملے میں پہلا نمبر اسی ''حضرتِ سفیر'' کا ہوتا ہے۔ جس سے کوئی یہ پوچھنے کی جسارت بھی نہیں کرتا کہ آپ کا ''وظیفہ'' کتنا ہے۔

اگر ایسے تزکیے کی حقیقت کھل جائے تو معاشرے میں مدارس اور تزکیہ دینے والے اہل علم اور سفیر سبھی کو بدنامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی بنا پر عوام الناس کی طرف سے آئے روز شکایات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔







اعداد: حافظ شبیر صدیق

رمضان کیسے گزاریں؟

خطاب: الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

خطبہ مسنونہ: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾(البقرة 183:2) وقال اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (18:59) اللہ رب العزت کا ہم پر احسان ہے کہ ہماری زندگیوں میں ایک بار پھر یہ رمضان کا مہینہ آیا۔ اس وقت یہ خوب آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہے۔ یہ نیکیوں کا موسمِ بہار، مجھ جیسے سیاہ کاروں کی مغفرت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس کی ایک ایک ساعت قابل قدر اور اس قابل ہے کہ اسے غنیمت جانا جائے۔ اپنے پروردگار کو راضی کرنے کی سبیل کی جائے کیونکہ اللہ کی رضا ہی درحقیقت دنیا اور آخرت کی فوز وفلاح کی ضامن ہے۔

روزے کی فرضیت وفضیلت

رمضان کے روزے ایک بڑا محکم اور مؤکد فریضہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے ایک طویل خواب



کا واقعہ منقول ہے۔ دو فرشتے آپ کو بحالت خواب، بحالت نیند باہر لے گئے۔ آپ نے مختلف منظر مشاہدہ فرمائے۔ ایک منظر یہ بھی بیان کیا کہ وہ فرشتے مجھے چلتے چلتے ایک پہاڑ پر لے گئے۔ «جَبَلًا وَعْرًا» ''وہ بڑا دشوار گزار پہاڑ تھا۔'' فرشتوں نے کہا: «سَنُسَهِّلُهُ لَكَ» ''تم چڑھو، ہم آسانی پیدا کرتے ہیں۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ چڑھنے لگے۔ فرمایا کہ میں اس پہاڑ کے وسط میں پہنچا۔ میں نے چیخ و پکار کی، رونے دھونے کی بڑی آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا کہ «مَا هَذِهِ الْأَصْوَاتُ؟» یہ آوازیں کیا ہیں؟ فرشتوں نے بتایا: «عُوَاءُ أَهْلِ النَّارِ» یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں انھیں دیکھنا چاہتا ہوں ان کا گناہ کیا ہے؟ مجھے وہ منظر دکھایا گیا۔ «مُعَلَّقِينَ بِعَرَاقِيبِهِمْ» کچھ لوگوں کو ایڑیوں سے باندھ کر الٹا لٹکایا گیا۔ «مُشَقَّقَةٌ أَشْدَاقُهُمْ» اور ان کے جبڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ اور ان سے خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ اور وہ مسلسل چیخ رہے ہیں، چلا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان کا کیا گناہ ہے؟ مجھے بتایا گیا: «يُفْطِرُونَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ» یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھا کرتے تھے لیکن افطار کے اصل وقت سے کچھ پہلے افطار کرلیا کرتے تھے۔ (مستدرك الحاكم: 253/3) قبل از وقت روزہ افطار کرلیا کرتے تھے۔ یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ جو دن بھر روزہ رکھے اور عین افطار سے کچھ ساعتیں قبل، دو منٹ، چار منٹ قبل اگر افطار کرلیتا ہے یہ اس کی سزا ہے۔ الٹے لٹکا دیے گئے۔ جبڑے پھٹے ہوئے ہیں اور مسلسل تکلیف میں ہیں۔ جب تک قیامت قائم نہیں ہوجاتی یہ کیفیت قائم ہے۔ ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا جو روزے رکھتے ہی نہیں ہیں؟ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ بڑا محکم فریضہ ہے۔ اسی لیے بعض احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص بلاعذر ایک روزہ چھوڑ دے پھر زمانے بھر کے روزے اس ایک روزے کی قضا نہیں کرسکتے۔ (صحيح البخاري، قبل حديث: 1935، وسنن أبي داود: 2396) اس کا وہ کفارہ نہیں بن سکتے، لہٰذا اس کی فرضیت کو پہچانو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیے گئے ہیں۔'' (البقرة 183:2) سب سے پہلے ہمیں ان کی فرضیت کا شعور ہونا چاہیے۔ روزے کی جزا غیر محدود ہے۔ اس روزے کی قدر کیجیے۔ اس کی حدود کو پہچانیے۔ اور یہ کوشش کیجیے کہ ہمارا روزہ عنداللہ مقبول ہوجائے۔ صرف عمل کافی نہیں ہے بلکہ عمل کی قبولیت اور اس کا اہتمام اصل چیز ہے۔ اس نیکی کی حفاظت کیجیے۔ اس نیکی کو دوچند کرنے کے لیے، اجر کو بڑھانے کے لیے، زیادہ قبولیت کے مواقع حاصل کرنے کے لیے ان چیزوں کو تلاش کرو جو اللہ کے پیغمبر روزے کی حالت میں کثرت سے کیا کرتے تھے۔ اس میں ایک عمل قرآن پاک کی تلاوت۔

قرآن مجید کی تلاوت

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ''روزہ اور قرآن دونوں مل کر قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔'' (مسند أحمد: 174/2) یعنی قرآن اور صیام کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن پاک کا نزول بھی رمضان میں فرمایا۔ لوح محفوظ سے قرآن فرشتوں کے سپرد کیا گیا پورے کا پورا رمضان کے مہینے میں۔ اور پھر فرشتے آیات لے کر وقتاً فوقتاً اللہ کے پیغمبر کے پاس آتے لیکن پورے قرآن کا نزول لوح محفوظ سے آسمان کی طرف فرشتوں تک منتقل ہوا ماہِ صیام میں، ماہِ رمضان میں۔ «كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً» ''جبریل امین اللہ کے پیغمبر کے ساتھ قرآن کا دور بھی رمضان کے مہینے میں کرتے تھے۔'' (صحيح البخاري: 4998) اس کا معنی یہ کہ رمضان کی عبادت اور قرآن کی تلاوت ان دونوں کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «اِقْرَءُ وْا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعاً لِصَاحِبِهِ» ''قرآن کی تلاوت کرو، خوب کرو، اس لیے کہ قرآن پاک قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرتا ہوا آئے گا۔'' (صحيح مسلم: 804، وشعب الإيمان: 341/2) کتنا یہ عظیم مقام



ہوگا۔ ایک طرف روزے کی شفاعت، ایک طرف قرآن کی شفاعت۔ یہ قرآن کیا ہے؟ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ کلام الرحمٰن ہے۔ صفت الرحمٰن ہے۔ اس شفاعت کی کیا تاثیر ہوگی؟ اس لیے قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کریں لیکن رمضان کے مہینے میں اس کا اور بھی اہتمام کیجیے۔ اپنے اوقات کو، شب و روز کو قرآن پاک کی تلاوت میں صرف کیجیے۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَومَ الْقِيَامَةِ وَأَهْلِهِ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِهِ، تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلُ عِمْرَانَ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا» قیامت کے دن قرآن کو لایا جائے گا اور پیچھے پیچھے وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں قرآن کی کثرت سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ تلاوت کیا کرتے تھے۔ فرمایا کہ قرآن اس طرح آئے گا کہ پورے قرآن کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہوں گی۔ پیچھے باقی قرآن ہوگا۔ اور پیچھے پڑھنے والے ہوں گے۔ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کس شان سے آئیں گی؟ فرمایا کہ «تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا» اپنے پڑھنے والوں کے لیے جھگڑتی ہوئی آئیں گی۔ یااللہ! میرے پڑھنے والوں کو تونے آج ضرور کامیاب کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: 805) یہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی تلاوت کا مقام ہے کہ جو ان سورتوں کی کثرت سے تلاوت کرتے ہیں یہ سورتیں ان بندوں کی خاطر قیامت کے دن اللہ سے جھگڑیں گی کہ یااللہ! ان بندوں کو ضرور معاف کر۔ ان کا ٹھکانہ جنت ہے۔ سورۃ الاخلاص ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَد﴾ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ» ''یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' (صحیح مسلم: 812) دیکھیں! اللہ رب العزت نے ہمارے لیے کیسے کیسے مواقع تیار کر رکھے ہیں۔ کیسے کیسے مواقع ہمیں مہیا کردیے۔ ایک چھوٹی سی سورت ایک تہائی قرآن کے برابر۔

چھوٹی چھوٹی سورتیں کس طرح ہماری عافیت اور نجات کا سامان پیدا کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی ہر رکعت میں ﴿قُلْ هُوَاللّٰه﴾ پڑھا کرتا تھا۔ اللہ کے پیغمبر نے پوچھ لیا کہ تم یہ سورت کیوں پڑھتے ہو؟ کہا کہ «إِنِّي أُحِبُّهَا» ''مجھے اس سورت سے محبت بہت ہے۔'' فرمایا کہ «حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ» مجھے اللہ نے وحی کے ذریعے بتادیا اس سورت سے محبت کی بنا پر اللہ رب العزت نے تمھیں جنت عطا فرمادی ہے۔ (صحيح البخاري: 744) تو قرآن کے ساتھ تعلق بالخصوص رمضان کے مہینے میں یہ بڑا مبارک اور عظیم تعلق ہے۔ ماہِ صیام اور قرآن میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ یہ شوق، یہ محبت، قرآن کی تلاوت کا عزم، قرآن کی تلاوت کا شوق اللہ رب العزت جس دل میں ڈال دے وہ بڑا عظیم انسان ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہاں مدینہ منورہ میں ایک بڑی محترم خاتون ہے ام ایمن۔ اللہ کے پیغمبر اس کی زیارت کرنے جایا کرتے تھے گاہے بگاہے۔ پتہ نہیں اس کا کیا حال ہوگا۔ چلو! ہم اس کی زیارت کرکے آتے ہیں۔ ام ایمن کی۔ چنانچہ اللہ کے پیغمبر کے یہ دونوں دوست، یہ دونوں ساتھی ام ایمن کے گھر چلے گئے۔ ام ایمن دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئیں، کہ اب محمد رسول اللہ ﷺ نظر نہیں آتے۔ یہ دونوں ساتھی تسلیاں دے رہے ہیں کہ تم کیوں روتی ہو؟ اگر اللہ کے پیغمبر چلے گئے، وہ بڑے بہترین حال میں ہیں۔ بہشتوں کے وارث ہیں وہ۔ اللہ کی نعمتوں میں متمتع ہورہے ہوں گے۔ اس میں رونے کی بات نہیں۔ وہ بڑے بہترین حال میں ہیں۔ ام ایمن نے کہا: یہ بات میں بھی جانتی ہوں اور میرا رونا اس بنیاد پر نہیں ہے «وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَبْكِي عَلَى الْوَحْيِ الَّذِي إِنْقَطَعَ» میں اس لیے روتی ہوں کہ اللہ کے پیغمبر کے انتقال سے وحی کا نزول بند ہوگیا۔ وحی موقوف ہوگئی۔ (مسند أحمد: 248/3) اللہ کے پیغمبر زندہ تھے، جبریل آتے وحی لے کر آتے، قرآن اترتا ہم سنتے بڑی لذت آتی۔ لذت کے مواقع چھن گئے۔ دیکھیں ایک عورت کے دل میں قرآن کی محبت، قرآن سننے کا شوق، نئی نئی آیتیں اور نئی نئی وحی کو حاصل کرنے کا شوق اللہ نے کیسا ڈالا ہوا ہے کہ یہ شوق دل سے جاتا ہی نہیں۔



اللہ کے پیغمبر کے جانے سے وحی کا سلسلہ موقوف ہوگیا، مجھے اس بات پر رونا آرہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:«لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ» مجھ محمد (ﷺ) کو رشک آتا ہے صرف دو انسانوں پر۔ رشک کا معنی یہ کہ میں بھی ان جیسا بن جاؤں۔ میں بھی اس جیسا بن جاؤں۔ کون؟ محمد رسول اللہ ﷺ قائد الانبیاء۔ کہا: مجھے کسی پر رشک نہیں آتا۔ نہ کسی کے حسن پر کہ مجھے یوسف علیہ السلام جیسا حسن مل جائے، نہ کسی کی طاقت پر کہ مجھے رستم پہلوان کی طاقت مل جائے۔ نہ کسی کی دولت پر، خزانوں پر کہ مجھے قارون جیسے خزانے مل جائیں۔ لیکن مجھے دو انسانوں پر رشک آتا ہے کہ میں ان جیسا بن جاؤں۔ «رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ» ایک تو وہ شخص، وہ طالب علم جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن دے دیا، اس کے سینے کو قرآن سے منور کردیا اور وہ دن رات پڑھتا ہے، قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ مجھے رشک آتا ہے کہ میں بھی اس جیسا بن جاؤں، حالانکہ اللہ کے پیغمبر قرآن کے حافظ تھے، صاحب وحی تھے۔ جبریل امین کے دوست، معلم قرآن، دن رات قرآن کی تلاوت کرتے لیکن فرماتے ہیں کہ مجھے رشک آتا ہے قرآن پڑھنے والے پر۔ قرآن کی تلاوت کا شوق اللہ نے جس کے سینے میں ڈال دیا مجھے رشک آتا ہے اس پر۔

رمضان اور سخاوت

اور دوسرا «رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا» ''وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہے۔'' «فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ» وہ اس مال کو مسلط کردیتا ہے، مال کو لگا دیتا ہے ان لوگوں پر جو دین حق کے معاملے میں اس کو خوش کرتے ہیں، جو دین کے سلسلے میں مال کو خرچ کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنا مال ان لوگوں پر وہ لگا دیتا ہے بغیر گنے، بغیر دیکھے ان پر خرچ کرتا ہے۔ فرمایا کہ مجھے بھی رشک آتا ہے اس انسان پر کہ کاش میں بھی ایسا بن جاؤں۔ (صحیح البخاري: 7529,7316) حالانکہ محمد رسول اللہ ﷺ بہت بڑے سخی، سخاوت میں آپ کے مقام کو کوئی پا نہیں سکتا۔ «أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا» آپ کا منصب کہ آپ نے کبھی کسی سائل کو رد نہیں کیا، لوٹایا نہیں۔ (صحیح البخاري: 2093) اور خاص طور پر رمضان کے مہینے کے تعلق سے حدیث میں آتا ہے کہ جوں ہی یہ داخل ہوتا تو جناب محمد رسول اللہ ﷺ تیز آندھی کی رفتار سے بھی بڑھ کر اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے۔ (صحیح البخاري: 1902) کتنے بڑے سخی؟ فرمایا کہ «مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي أُحُداً ذَهَباً» میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ احد پہاڑ میرے لیے سونا بنادے، میں نہیں چاہتا۔ کتنا بڑا پہاڑ! فرمایا: مجھے مال کا شوق ہی نہیں۔ اگر احد پہاڑ سونا بن جائے تو کروڑ ہا ٹن یہ سونا بن جائے۔ فرمایا کہ مجھے نہیں چاہیے کہ اللہ رب العزت میرے لیے احد پہاڑ سونا بنادے۔ اگر اللہ نے ایسا کردیا، احد پہاڑ میرے لیے سونا بن گیا تو تین دن گزرنے سے پہلے وہ سارا سونا غریبوں میں تقسیم کردوں گا۔ اپنے پاس ایک دینار بھی نہیں رکھوں گا۔ «إِلَّا دِينَاراً أَرْصُدُهُ لِدَينٍ» ہاں اگر مجھے معلوم ہوا کہ میرا کوئی ساتھی، میرا کوئی دوست مقروض ہے، اس پر ایک دینار قرضہ ہے اور وہ یہاں موجود نہیں تو اس کے لیے ایک دینار سنبھال کر رکھ لوں گا کہ وہ آئے اور اپنا قرضہ ادا کردے، باقی تین دن گزرنے سے قبل میں سارا مال تقسیم کردوں گا۔ (صحیح مسلم: 991) کتنے بڑے سخی ہیں! فرمایا کہ مجھے اگر رشک آتا ہے تو اس سخی پر آتا ہے جو دین حق کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں پر اپنا مال مسلط کردے، ان پر ڈال دے۔ ڈالنے کا معنی جیسے بوریاں لاد دی جاتی ہیں اس طرح لاد دے ان کے سروں پر کہ حق کی راہ میں اس مال کو خرچ کریں، اور مال داروں کے لیے یہی ایک راستہ ہے نجات کا ورنہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «الْمُكْثِرُونَ هُمُ الْأَخْسَرُونَ» زیادہ مال والے، زیادہ دولت والے قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے «إِلَّا مَنْ فَعَلَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا» سوائے اس کے جو اپنے مال کے ساتھ یوں کرے۔ آپ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرکے بتایا کہ تجوری کھولے اور یوں نکال نکال کر لوٹاتا جائے، لوٹاتا جائے۔ (مسند أحمد: 2/525، وفيض القدير: 4/198) فرمایا کہ یہ خسارے میں نہیں ہے۔ یہ تو ایسا انسان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ



اس انسان پر رشک کرتے ہیں۔

روزے کی حفاظت

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلاَّ الْجُوعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلاَّ السَّهْرُ» ''بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ جن کا حصہ ان کے روزوں سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں اور بہت سے قیام کرنے والے ہیں جن کا حصہ ان کے قیام سے سوائے شب بیداری کی تکلیف کے اور کچھ نہیں۔'' (سنن ابن ماجه:1690، وصحيح الجامع للألباني: 327/2)

یہ کون لوگ ہیں؟ جو اپنے روزے کو فاسد کرتے ہیں ریاکاری کے ذریعے۔ بعض لوگ مجسم ریاکاری بن جاتے ہیں۔ پورا رمضان ان کے سر سے ٹوپی نہیں اترتی۔ تسبیح ہاتھ میں لے کر گھومتے ہیں۔ لوگوں کو دکھا رہے ہیں کہ ہم روزے سے ہیں۔ یہ رمضان کا مہینہ ہے۔ اللہ کے بندو! یہ عبادت ایک ایسی عبادت اللہ نے بنائی ہے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی جب تک خود اس کا اہتمام نہ کریں «الصَّومُ لِي» ''روزہ میرے لیے ہے۔'' (صحيح البخاري: 7492)

اس جملے پر خوب غور کرو اور اس کے اس مقام کو پہچانو۔ یہ عبادت سراسر اخلاص کی بنیاد پر ہے۔ ریاکاری، نمود ونمائش اور اس قسم کے کسی اور تعلق سے اس عبادت کو فاسد نہ کرو، باطل نہ کرو بلکہ اس کے حقیقی اجر کو سمیٹنے کی کوشش کرو۔ ان مواقع کو تلاش کرو جو زیادہ اللہ رب العزت کی رضا کا باعث ہیں۔ رمضان کا مہینہ اللہ رب العزت نے ہمیں ایک بڑا عظیم اور بڑا عجیب مہینہ عطا فرمایا ہے۔

سحری کی فضیلت

دیکھیں آپ سحری کھاتے ہیں وہ آپ کی ضرورت ہے۔ سحری سے روزہ شروع ہو رہا ہے۔ وہ آپ کی ضرورت ہے۔ سارا دن آپ نے فاقہ برداشت کرنا ہے، پیاس برداشت کرنی ہے۔ آپ کھا رہے ہیں، آپ پی رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ یہ سحری غذائے مبارک ہے۔ اس کھانے میں برکت ہے۔ رزق کی کشادگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ سحری کھا رہے تھے، عرباض بن ساریہ پاس سے گزرے، فرمایا کہ «هَلُمَّ إِلَي الْغِذَاءِ الْمُبَارَكِ» اے عرباض! آؤ میرے ساتھ بیٹھو، یہ بابرکت کھانا کھالو'' (صحيح الترغيب والترهيب: 257/1) رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے: «إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ» ''اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر صلاۃ بھیجتے ہیں۔'' (صحيح الجامع للألباني: 172/2) اللہ کا صلاۃ بھیجنا اس کا معنی رحمت اتارنا اور فرشتوں کا صلاۃ بھیجنا اس کا معنی استغفار کی دعائیں کرنا۔ جب تک آپ سحری کھا رہے ہیں، حالانکہ وہ آپ کی ضرورت ہے، اس کے بغیر آپ کو تکلیف ہوگی، جب تک آپ سحری کھا رہے ہیں اللہ رحمتیں اتار رہا ہے اور فرشتے آپ کے لیے استغفار کی دعائیں کر رہے ہیں۔ روزے کی کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے؟ روزہ بذاتِ خود ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ ترکِ طعام، ترکِ شراب، ترکِ شہوات بذاتِ خود بہت بڑی نیکی ہے۔ یہ نیکی اگر اور عبادات کے ساتھ جمع ہو جائے تو اس کا اجر الگ ہے۔

افطاری کرانے کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «مَنْ فَطَّرَ صَائِماً كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِمْ مِنْ غَيرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيئًا» ''جو شخص کسی روزے دار کو افطار کرادے، (اسے ایک کھجور پیش کردے، پانی کا ایک گھونٹ اخلاص سے پیش کردے) تو اللہ رب العزت افطار کرانے والے کو روزے دار کے برابر اجر دے دیتا ہے۔'' (سنن ابن ماجه: 1746) اجر دوگنا ہو گیا۔ ایک اس کا اپنا اجر ایک افطار کرانے کی بنا پر اجر۔ فرمایا کہ اللہ رب العزت اس کو اجر دے گا۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ روزے دار کا اپنا اجر کم کر دیا جائے گا۔ فرمایا کہ اس کے اجر سے ایک سوئی کی نوک کے برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَاتُرَدُّ» ''روزے دار کے لیے افطار کے وقت ایک دعا ہے جو مسترد نہیں ہوتی۔ جو وہ دعا کرے گا اللہ قبول کرے گا۔'' (سنن ابن ماجه: 1753) کیسے کیسے



مواقع ہیں۔ افطار کے وقت آپ دعا کریں جو دعائیں کریں گے اللہ قبول کرے گا۔ اس دعا کو اللہ رد نہیں کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ» ''روزے دار کے لیے دو فرحتیں اور دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اس وقت ملے گی جب وہ دنیا کو چھوڑ جائے گا اور اپنے پروردگار سے جا ملے گا۔'' (صحيح مسلم:1151) اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو اتنا دے گا کہ اس کو خوش کردے گا۔ جدائی محسوس نہیں ہوگی۔ وہ دنیا کو چھوڑ کر آرہا ہے۔ تجارتوں کو چھوڑ کر آرہا ہے، بیوی بچوں کو چھوڑ کر آرہا ہے، ماں باپ کو چھوڑ کر آرہا ہے۔ یہ جدائیاں محسوس نہیں ہوں گی بلکہ اللہ رب العزت روزے کی بنا پر اسے اس قدر نوازے گا کہ اس کو خوش کردے گا۔ کوئی تنہائی محسوس نہیں ہوگی۔ انسیت ہوگی، محبت ہوگی، رحمتیں اس بندے پر نچھاور ہوں گی، یہ روزے کا عمل۔

رمضان اور قیام

غور کریں رمضان کا ہر ہر لمحہ، ہر ہر مقام کس قدر اجروثواب کا باعث ہے۔ شب بیداری، رات کو جاگنا، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» جو شخص رمضان کا قیام کرلے ایمان کے ساتھ، اچھے عقیدے کے ساتھ اور احتساب کے ساتھ۔ احتساب کا معنی یہ کہ اس کی نیت ہو کہ اس کا ثواب میں نے اللہ سے لینا ہے۔ ریاکاری نہ ہو، دکھاوا نہ ہو بلکہ یہ عبادت اخلاص کی بنیاد پر ہو کہ اس کا اجر اللہ سے لینا ہے۔ فرمایا کہ «غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» تو اس قیام کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی سابقہ زندگی کے سارے گناہ معاف کردے گا۔ (صحيح البخاري: 2008) رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے: «مَنْ قَامَ مَعَ الإِمَامِ» جو شخص رمضان کا قیام اپنے امام کے ساتھ کرے، مسجد میں جائے امام کے ساتھ تراویح پڑھے، رمضان کا قیام کرلے اور «حَتَّى يَنْصَرِفَ» حدیث کے الفاظ ہیں کہ لوٹے بھی امام کے ساتھ، یہ قیام شروع بھی کرے تو امام کے ساتھ اور لوٹے بھی تو امام کے ساتھ، معنی پورا قیام امام کے ساتھ کرے «كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ» اللہ رب العزت اس کو اتنا ثواب دے گا گویا اس نے پوری رات شب بیداری کی۔ (جامع الترمذي: 806) اللہ رب العزت نے کیسے کیسے مواقع ہمیں عطا فرمادیے۔ ایک رات ایسی بنادی کہ اس ایک رات کی عبادت، اللہ اکبر، پچاسی سال کی عبادت سے افضل ہے۔ ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ شب قدر کی ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینے کی عبادت کے برابر نہیں بلکہ افضل ہے۔ (القدر 3:97) پچاسی سال کی عبادت سے افضل ہے۔

اعتکاف

رمضان کے آخری دس دن اللہ کے پیغمبر ﷺ اعتکاف کرتے، اخلاص کے پیکر لیکن آپ اعتکاف کرتے مسجد کے اندر چادریں لگی ہوتیں اور آپ اندر داخل ہوجاتے، اندر بیٹھ کر ذکرواذکار کرتے، روتے، اللہ کے سامنے گڑگڑاتے، قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے اور چھپ کر گھر سے مسجد میں آجاتے، یہ بھی چھپ جانا ہے۔ مسجد میں آکر اپنے اعتکاف کی چادروں میں داخل ہوجاتے اور چھپ جاتے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ عبادت، رمضان کے یہ مواقع مکمل اخلاص کی بنیاد ہی پر ہوں، ریاکاری نہ ہو۔ مکمل اخلاص ہو۔ تو ان مواقع کو غنیمت جانیں اور نیکی کے ان مواقع کو سمیٹنے کی کوشش کریں، ورنہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: وہ شخص اللہ کی رحمت سے دھتکار دیا جاتا ہے جو رمضان کے مہینے کو پائے اور اپنے گناہوں کو بخشوا نہ سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ منبر پر چڑھتے ہوئے تین بددعائیں کیں بلکہ جبریل امین نے بددعائیں کیں اور آپ نے آمین کہا۔ اس کا معنی یہ کہ عمومی حالات میں اجتماعی دعا مانگی جاسکتی ہے۔ دعا مانگنے والا اونچی آواز سے دعا کرے اور سننے والے آمین کہیں۔

جبریل امین نے تین دعائیں مانگیں۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے تینوں بار آمین کہا۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ نے آمین کس چیز پر کہا؟ فرمایا کہ جب منبر کے اوپر



چڑھ رہا تھا جبریل میرے ساتھ تھے۔ انھوں نے پہلی بددعا یہ کی کہ «بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَالْكِبْرِ أَوْ اَحَدَهُمَا لَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ» وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو یا ماں باپ میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پالے اور ان کی خدمت کر کے جنت کو حاصل نہ کر پائے تو اللہ کی رحمت سے دھتکار دیا جائے۔ میں نے کہا: آمین۔ دوسری بددعا یہ تھی: «بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ» اس شخص کو بھی اللہ کی رحمت سے دھتکار دیا جائے جس کے سامنے آپ کا نام لیا جائے، آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے کہا: آمین۔ اور تیسری بددعا یہ کی تھی: «بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهُ» اس شخص کو بھی اللہ کی رحمت سے دھتکار دیا جائے جو اس ماہ صیام کو پالے، رمضان کے مہینے کو پالے اور اپنے گناہوں کو بخشوا نہ سکے۔ (المعجم الكبير: 14/14)

اس کا معنی یہ ہے میرے بھائیو! جہاں یہ مہینہ فضائل و برکات کا باعث ہے وہاں ایک ننگی تلوار ہم پر مسلط ہے کہ اگر اس مہینے کو پا لینے کے باوجود اپنے گناہوں کو نہ بخشوا سکے، گناہوں سے پاک صاف نہ ہو سکے تو یہ مہینہ ہمارے لیے بربادی کا قلعہ ثابت ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ» جو شخص اس ماہِ صیام، اس ماہ مبارک کی خیر و برکات سے محروم کر دیا جائے وہ شخص ہر خیر سے محروم ہے۔ (سنن ابن ماجه: 1644) پھر نہ اس کو حج کا فائدہ، نہ اس کو نماز کا فائدہ، نہ اس کو زکاۃ کا فائدہ کہ یہ بندہ بدنصیب رمضان سے فائدہ نہیں اٹھا سکا تو کس نیکی سے فائدہ اٹھائے گا؟

میری بہنیں توجہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «إِنَّمَاالنِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ» ان سارے احکام میں، ان سارے معاملات میں، ان سارے فضائل میں عورتیں مردوں کی طرح ہیں۔ (سنن أبي داود: 236) جو ثواب مردوں کے لیے ہے وہی عورتوں کے لیے ہے۔ بلکہ روزہ، اس کا ثواب تو عورت کے لیے کچھ زیادہ ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: «إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ» عورت اگر پانچ وقت کی نماز پڑھ لے، رمضان کے روزے رکھ لے، اپنی عزت کی حفاظت کر لے، اپنے شوہر کی فرمانبرداری کر لے تو قیامت کے دن آئے گی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے سارے دروازے کھول دے گا اور کہے گا کہ جہاں سے چاہو داخل ہو جاؤ۔'' (المعجم الكبير للطبراني: 19/411) حفاظت کیجیے اس کی۔ اخلاص کی حفاظت کریں۔ یہ کام بڑا مشکل ہے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ میں نے اعمال کو دیکھا، نیکیوں کو دیکھا، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کون سا عمل مشکل ہے۔ کبھی میرے سامنے جہاد آتا کہ شاید یہ مشکل ہے۔ لیکن کہا کہ نہیں یہ بڑا آسان ہے۔ دعوت آتی کہ یہ جہاد کبیر ہے، شاید یہ مشکل ہو، نہیں یہ بھی آسان ہے، نمازیں، روزے، سردیوں کے وضو، گرمیوں کے وضو، پھر یہ صدقات اور زکاۃ، مال خرچ کرنا یہ مشکل ہے، نہیں یہ سب عمل آسان ہیں۔ جہاد آسان دعوت آسان، نمازیں آسان، روزے آسان، زکاۃ آسان، صدقات آسان۔ مجھے سارے عمل آسان لگے۔ فرماتے ہیں کہ سب سے مشکل کام جو مجھے دکھائی دیا، جو مجھے محسوس ہوا وہ تھا ''نیت کی حفاظت۔'' نیت کی حفاظت، یہ کام بڑا مشکل ہے۔ اور واقعتاً بڑا مشکل ہے۔ شیطان چلتے چلتے انسان کی نیت پر وار کر جاتا ہے۔ اسے چیک رکھو۔ نیت کو سامنے رکھو، اس کی حفاظت کرو۔ سارے عمل، سارے کام اللہ کی رضا کے لیے ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام اعمال کی توفیق عطا فرمادے۔ حفظِ نیت کی توفیق عطا فرمادے۔ یااللہ! ان ٹوٹی پھوٹی عبادات کو قبول فرمالے۔ یااللہ! ان بندوں میں ہمیں شامل فرمالے جن کے روزے تیرے ہاں مقبول ہوتے ہیں۔ روزوں کی جزا جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہمیں تو وہ عطا فرمادے۔

وَاَقُولُ قَولِي هَذَا وَاَسْتَغْفِرُاللّٰهَ لِي وَلَكُمْ وَاٰخِرُدَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِين.





ارشاد احمد ارشد

غیر معیاری طباعتِ قرآن کرنے والے ناشران کے خلاف سخت ترین کارروائی کی ضرورت ہے

حکومت قرآن کی طباعت واشاعت کے معیار کو یقینی بنائے

قرآن مجید کی طباعت کا معیار بہتر بنانے کے لیے درآمدی کاغذ ٹیکس فری کیا جائے

کوالٹی قرآن پبلشرز ایسوسی ایشن کے صدر عکاشہ مجاہد کی گفتگو

ضیائے حدیث: آپ کا تعلق دینی کتابیں شائع کرنے والے عالمی ادارے دارالسلام سے ہے۔ یہ بتائیں کہ اس وقت دنیا میں لوگوں کا رجحان دین اور دینی کتابوں کی طرف بڑھ رہا ہے یا کم ہو رہا ہے؟

عکاشہ مجاہد: دارالسلام کا نیٹ ورک دنیا کے پانچ براعظموں میں ہے اور اس کی کتابوں کی سب سے بڑی مارکیٹ یورپ ہے۔ دارالسلام کی زیادہ تر کتب انگریزی زبان میں ہیں جو اپنے تحقیقی اور طباعتی معیار کی وجہ سے یورپ کے کسی بھی بڑے طباعتی و اشاعتی ادارے کا مقابلہ کرتی ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دارالسلام کے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کام کی وجہ سے دنیا کے بہت سے ملکوں میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ میں اپنے مشاہدے اور



تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ دنیا بھر میں دینی کتابوں کی اشاعت و طباعت اور فروخت کا کام بڑھ رہا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ لوگ اندھیرے چھوڑ کر روشنیاں تلاش کر رہے ہیں اور حق کے متلاشی ہیں۔ اگر پاکستان کی بات کی جائے تو وفاقی وزارت مذہبی امور کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں سب سے زیادہ چھپنے، فروخت ہونے اور پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یاد ہے پرویز مشرف دور میں بی بی سی نے پاکستان کے حوالے سے ایک رپورٹ نشر کی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ پاکستان میں لوگوں کے دینی کتابیں پڑھنے کے رجحان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بی بی سی نے یہ رپورٹ لاہور اُردو بازار کے دینی کتابیں شائع اور فروخت کرنے والے اداروں کے تعاون سے تیار کی تھی۔ واضح رہے کہ لاہور کا اُردو بازار پاکستان کے تمام اُردو بازاروں سے بڑا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اور دینی کتابیں شائع کرنے والے زیادہ تر ناشران بھی لاہور میں ہیں۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ بی بی سی کی یہ رپورٹ بہت مستند تھی۔ ایک وقت تھا جب پاکستان میں دینی علوم کے فروغ و اشاعت کے بہت کم ادارے تھے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ملک بھر میں دینی علوم کی اشاعت کے ہزاروں ادارے موجود ہیں جہاں بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بچوں کے علاوہ بچیوں کی دینی تعلیم کے ادارے بھی جگہ جگہ موجود ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کسی وقت صرف مدارس میں قرآن مجید حفظ کروایا جاتا تھا جن میں عام طور پر غریب بچے پڑھا کرتے تھے۔ اب انتہائی اعلیٰ اور معیاری سکولوں میں حفظ قرآن کا اہتمام موجود ہے اور اشرافیہ کے بچوں کی بڑی تعداد حفظ قرآن کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں کا رجحان دین اور دینی کتابوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جہاں تک عالمی سطح پر دین اور دینی کتابوں کے فروغ و اشاعت کی بات ہے۔ عالمی سطح پر بھی لوگوں کا رجحان دین اور دینی کتابوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ UNO کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بڑھتی ہوئی آبادی سے بھی زیادہ دین تیزی سے پھیل رہا ہے۔ خاص کر 9/11 کے بعد یورپ میں دین اسلام کے متعلق لوگوں کا تجسس بہت بڑھا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ 9/11 کے بعد ویسٹ کے الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا نے اسلام، قرآن اور صاحب قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کی توپوں کے دہانے کھول دیے تھے۔ اس بات نے ویسٹ کو تحریک دی کہ اسلام اور قرآن مجید کو آخر پڑھ کر دیکھا تو جائے کہ یہ ہے کیا.....؟ قرآن کیا کہتا ہے .....؟ اور اسلام کی تعلیمات کیا ہیں.....؟ 9/11 کے بعد دارالسلام کے طبع کردہ قرآن مجید اور دینی کتابوں کی دنیا کے کسی خطے میں اگر مارکیٹ سب سے زیادہ بڑھی تو وہ ویسٹ ہے۔ دینی کتابیں پڑھنے کا نتیجہ ہے کہ ویسٹ کے لوگ ہم سے کہیں زیادہ بہتر مسلمان ثابت ہو رہے ہیں، اس لیے کہ وہ مکمل ریسرچ اور دل و دماغ کی مکمل تسلی و تشفی کے بعد اسلام قبول کرتے ہیں۔ میں آئرلینڈ میں کافی سال بغرض تعلیم مقیم رہا ہوں۔ آئرلینڈ کی جامع مسجد میں جمعہ کی اذان میں دیا کرتا تھا۔ اس دوران میں دیکھتا تھا کہ نومسلم جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد میں پہنچتے اور نہایت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز جمعہ کا اہتمام کرتے تھے۔ اس طرح سحری و افطاری کے وقت جو خشوع مجھے ان نومسلم بھائیوں میں نظر آیا وہ میں نے کہیں اور نہیں دیکھا۔ دراصل بات یہ ہے کہ اسلام ایک فطری اور آفاقی دین ہے۔ یہ لوگوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچتا ہے جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ جو شخص سچے دل سے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرے ممکن نہیں کہ وہ اسلام سے متاثر نہ ہو۔ اسلام کی تمام عبادات انسان کو اخوت، محبت، مساوات، اخلاص اور بھائی چارے کا سبق دیتی ہیں۔ آج کا انسان انھی چیزوں کا متلاشی ہے۔

ضیائے حدیث: پاکستان سمیت دنیا بھر میں انٹرنیٹ کا استعمال بہت بڑھ رہا ہے۔ کیا انٹرنیٹ کے بڑھتے ہوئے استعمال کی وجہ سے کتاب کی اہمیت کم اور کیا لوگوں کا کتاب سے تعلق کمزور ہوا ہے؟

عکاشہ مجاہد: اس میں کوئی شک نہیں کہ دفتروں، گھروں، سفر اور حضر میں ہر جگہ انٹرنیٹ کا استعمال بہت بڑھ رہا ہے لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ کتاب کے مطالعہ کا اپنا ہی مزا ہے۔ انٹرنیٹ کی ایک اصطلاح ہے: Information Up Load جب آپ انٹرنیٹ



پر بیٹھتے ہیں تو بہت ساری Information بہت سے موضوعات پر وقفے وقفے سے آپ کے سامنے آتی ہیں۔ جب آپ ان Information کو Up Load کرتے ہیں تو ان میں کچھ آپ کو یاد رہ جاتی ہیں اور بہت ساری بھول جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی چیز آپ نے سرچ کی، تھوڑی دیر بعد اس کا کوئی دوسرا پہلو آپ کے سامنے آ جاتا ہے تو آپ دوسری طرف چلے گئے پھر ایک تیسرا پہلو سامنے آیا تو ادھر چلے گئے جبکہ کتاب کا معاملہ بالکل مختلف ہے وہ ایک ہی Topic پر ہے، لہٰذا آپ اسی Topic پر ہی رہیں گے جو پڑھیں گے۔ اس کی ایک واضح تصویر آپ کے دل و دماغ پر نقش ہوتی چلی جائے گی۔ کتاب کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ ہم سب اس امر سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ ہمارے اسلاف کا قلم اور کتاب سے بہت گہرا تعلق تھا۔ عرب کا مشہور ادیب جاحظ کہتا ہے: کتاب سب سے بہتر خزانہ، بہتر ہم نشین، بہتر شغل، تنہائی کی دوست اور سفر کی رفیق ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پوتے عبداللہ بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا یہ حال تھا کہ لوگوں کی صحبت سے بھاگتے، کتاب ہاتھ میں لے کر قبرستان چلے جاتے اور اس کے مطالعے میں مصروف رہتے تھے۔ لوگ جب سبب پوچھتے تو فرماتے: ''گورستان سے بڑھ کر کوئی ناصح، کتاب سے بڑھ کر کوئی خیر خواہ اور تنہائی سے بڑھ کر کوئی محافظ نہیں۔'' بعض حکماء کا قول ہے کہ کتابیں اہل علم کا باغ ہیں۔ میرے والد گرامی دارالسلام کے بانی اور مینیجنگ ڈائریکٹر عبدالمالک مجاہد کہا کرتے ہیں کہ کھانے کا شوق رکھنے والا آدمی اچھے سے اچھا ریسٹورنٹ تلاش کرتا ہے اسی طرح کتاب کا شوق رکھنے والا بھی ہر وقت اچھی کتاب کا متلاشی رہتا ہے، اس کے حصول کے لیے وقت نکالتا، پیسہ خرچ کرتا اور اسے حاصل کر کے رہتا ہے، چاہے اس کی خاطر کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ کتاب کی اہمیت آج بھی موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

ضیائے حدیث: ویسٹ میں قرآن مجید کی توہین کے پے در پے واقعات ہو رہے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

عکاشہ مجاہد: آپ کا سوال بہت ہی اہم ہے۔ اس کی بنیادی وجہ قرآن مجید کی ابدی سچائی، صداقت، حقانیت اور تیزی سے بڑھتی ہوئی مقبولیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے دین کی جو تعلیمات ہمیں بھیجی ہیں سچائی اور خوبصورتی میں ان تعلیمات کا کوئی ثانی نہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ عالم کفر ہمیشہ سے اسلام کے در پے آزار رہا ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اگر ہم برصغیر کی بات کریں تو انگریز جب یہاں آئے انھوں نے اس بات پر تحقیق کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کو کیسے نکالا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کی خاطر ایک کمیشن بنایا گیا جس نے بڑی تحقیق و جستجو کے بعد ایک رپورٹ تیار کی۔ رپورٹ کا خلاصہ یہ تھا کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں قرآن مجید اور محمد عربی ﷺ کی محبت موجود ہے تب تک اسلام کو ختم کرنا ممکن نہیں ہے، پھر انگریزوں نے نعوذ باللہ قرآن مجید کو ختم کرنے کے لیے کئی حربے اختیار اور استعمال کیے لیکن ہوا کیا.....؟ قرآن مجید کو ختم کرنے کا خواب دیکھنے والے انگریزوں کو خود برصغیر سے اپنا بوریا بستر گول کرنا پڑا اور قرآن مجید آج بھی اپنی ابدی صداقت اور سچائی کے ساتھ موجود اور محفوظ ہے۔ بات یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کا معجزہ ہے اس کی حفاظت خود اللہ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ اسلام جس تیزی کے ساتھ ویسٹ کو فتح کر رہا ہے یہ بھی درحقیقت قرآن مجید کی حقانیت اور صداقت کا معجزہ ہے۔ ماضی کے یورپ کے برعکس آج کا یورپ خود کو تہذیب و شائستگی کا علمبردار، حقوق انسانی کا محافظ و معلم اور نفاست و سلاست کا داعی سمجھتا ہے لیکن قرآن و اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر اہل ویسٹ کی ساری شائستگی ہوا ہو چکی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ویسٹ قرآن اور اسلام سے خوف زدہ کیوں ہے.....؟ حالانکہ مسلمانوں کے پاس ویسٹ کے مقابلے کا اسلحہ ہے نہ ٹیکنالوجی۔ وسائل ہیں نہ ذرائع۔ اس کے باوجود ویسٹ خوف زدہ ہے۔ آخر کیوں.....؟ اس کا جواب بہت صاف، واضح اور آسان ہے۔ وہ یہ کہ یورپ اسلام اور قرآن کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوف زدہ ہے۔ آپ دیکھیں کہ اس وقت افرادی قوت، سائنس و ٹیکنالوجی، اسلحے اور مال و دولت کے اعتبار سے عسائیت



دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔ چرچ کے پاس اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے بے پناہ اور لامحدود وسائل ہیں۔ ویٹی کن کا دعویٰ ہے کہ ہم نے بائبل کا دو ہزار زبانوں میں ترجمہ کر دیا ہے۔ ویٹی کن اور عیسائی مشنریز عیسائیت کی تبلیغ کے لیے اربوں ڈالر خرچ کر رہی ہیں۔ اس کے باوجود حالت یہ ہے کہ عیسائیت کے مقابلے میں اسلام کے پھیلنے کا تناسب 15 سے 20 فیصد ہے جبکہ عیسائیت صرف 2 فیصد کے حساب سے بڑھ رہی ہے۔ یہاں میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سناتا چلوں۔ انڈونیشیا میں عیسائی مشنریز نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے پانی کی طرح پیسہ بہایا، وہ کچھ مسلمانوں کی غربت و افلاس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں مرتد کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے پھر ایک دن ان کو اکٹھا کر کے ایک تقریب کا انعقاد کیا اور اپنے بشپ کو یہ بتلانے کے لیے بلایا گیا کہ یہ لوگ ہماری جدوجہد سے مسیحی ہو گئے ہیں۔ بشپ نے تقریر کرتے ہوئے اپنے احسانات کا ذکر کیا کہ ہم نے آپ کے لیے سکول، ہسپتال بنائے، کھانا فراہم کیا، آپ کی ضروریات کو پورا کیا وغیرہ وغیرہ۔ پھر وہ پوچھنے لگا کہ کیا اب بھی آپ کی کوئی خواہش ہے جو تشنہ ہو؟ لوگوں نے کہا: ہاں! ہماری ایک خواہش ہے جو ابھی تک تشنہ ہے، بشپ نے پوچھا:..... کیا؟ لوگوں نے کہا: ہمیں جدہ جانے کے لیے جہاز کی ٹکٹیں چاہئیں، ہم بیت اللہ شریف کا حج کرنا چاہتے ہیں۔ سبحان اللہ! اسے کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ ویسٹ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے آج امریکہ کا دوسرا بڑا مذہب ''اسلام'' ہے۔ وہاں ہر سال تقریباً 5000 افراد اسلام قبول کر رہے ہیں۔ امریکہ میں پہلی مسجد غالباً 1950ء میں بنائی گئی تھی۔ آج وہاں 2600 سے زائد مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ ایک سروے کے مطابق امریکہ میں 5 سے 6 ملین مسلمان بستے ہیں۔ ماضی قریب کی بات ہے جب برطانیہ میں بہت کم مسلمان تھے آج وہاں 1000 سے زائد مساجد ہیں۔ مسلم سکولوں کی تعداد 100 ہے۔ اب تو وہاں اسلامی بینکنگ کو بھی فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ جرمنی میں پانچ ملین مسلمان ہیں، صرف برلن شہر میں مساجد کی تعداد 150 ہے۔ ہالینڈ چھوٹا سا ملک ہے وہاں مسلمان ایک ملین ہیں جبکہ مساجد اور اسلامی سنٹرز 600 سے زائد ہیں۔ بلجیم دنیا کے نقشے پر ایک بہت ہی چھوٹا ملک ہے مگر وہاں بھی مسلمانوں کی تعداد پانچ لاکھ ہو چکی ہے۔ الغرض! اگر ویسٹ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے موضوع کی طرف ہم چلے جائیں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ قصہ مختصر! اسلام کا ویسٹ کی چکا چوند تہذیب کو تیزی سے مسخر کر لینا قرآن مجید کی صداقت کا زندہ معجزہ ہے۔ ویسٹ کا متعصب طبقہ اس وجہ سے اسلام، قرآن اور صاحب قرآن کے خلاف ہے اور اسی وجہ سے اسلام، قرآن اور صاحب قرآن کی توہین کا بار بار ارتکاب کیا جا رہا ہے لیکن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کے مصداق یہ قرآن مجید کی جتنی توہین کر رہے ہیں قرآن کی روشنی اتنی ہی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ بہرحال مغرب میں بھی اہل دانش و فکر کی کمی نہیں جو قرآن اور رسالت مآب ﷺ کی توہین کے ان واقعات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔

ضیائے حدیث: یہ فرمائیں کہ آپ کا ادارہ دارالسلام قرآن مجید کے طباعتی و اشاعتی معیار کو بہتر بنانے کے لیے کیا کر رہا ہے؟

عکاشہ مجاہد: ''معیار پر کوئی سمجھوتہ نہیں'' یہ جملہ دارالسلام کی طویل جدوجہد کا ماحاصل، پہچان اور مشن ہے۔ دارالسلام نے کتابوں کی طباعت و اشاعت میں روزِ اول سے جو معیار قائم کیا اسے آج تک ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ دارالسلام کی کوئی چھوٹی کتاب ہو یا بڑی سب ہی اعلیٰ اور خوبصورت طباعتی معیار کی آئینہ دار ہیں، جب دارالسلام اپنی کسی چھوٹی سے چھوٹی کتاب کی طباعت واشاعت کے معیار پر سمجھوتہ نہیں کر رہا تو قرآن مجید..... جو دنیا کی سب سے اعلیٰ، افضل، مقدس اور محترم کتاب ہے اس کے معیار پر سمجھوتہ کیوں کر ممکن ہے۔ دنیا میں بھی آپ دیکھ لیں جو کتاب جتنی اچھی ہو گی اسے اتنے ہی خوبصورت طریقے سے شائع کیا جاتا ہے۔ بائبل الہامی کتاب ہے مگر تحریف شدہ ہے۔ شریعت محمدی کی رو سے دیکھا جائے تو بائبل سمیت تمام الہامی کتابیں نہ صرف تحریف شدہ ہیں بلکہ یہ کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں اس کے باوجود دنیائے عیسائیت بائبل کو نہایت ہی خوبصورت انداز سے شائع کر رہی ہے۔ اس مقصد کی خاطر بائبل پیپر موجود ہے جو نہایت



ہی اعلیٰ کوالٹی کا، خوبصورت اور بہت پائیدار پیپر ہے۔ بائبل صرف اسی پیپر پر شائع کی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک بائبل سوسائٹی موجود ہے جس کے تحت پوری دنیا میں بائبل مفت تقسیم کی جاتی ہے۔ دارالسلام اس بات کا ارادہ رکھتا ہے کہ بائبل سوسائٹی کی طرز پر قرآن سوسائٹی بنائی جائے اور بڑے پیمانے پر قرآن مجید مفت تقسیم کیے جائیں۔ واضح رہے کہ بائبل پیپر پر قرآن مجید شائع کرنے کا اعزاز پہلی دفعہ دارالسلام کو حاصل ہوا ہے۔ 1995ء میں والد گرامی عبدالمالک مجاہد نے ہالینڈ کی مشہور زمانہ ''ینگ بلڈ کمپنی'' سے 25 گرام کے بائبل پیپر پر 280 صفحات پاکٹ سائز پر انگلش ترجمے والا قرآن مجید پرنٹ کروایا۔ یہ کمپنی 140 سال سے مسلسل بائبل ہی چھاپ رہی ہے۔ دارالسلام پہلا ادارہ تھا جس نے 1995ء میں اس کمپنی سے قرآن مجید طبع کروایا۔ والد گرامی بتاتے ہیں کہ جب کمپنی کے منیجر مسٹر ہوگو سے ملاقات ہوئی تو مسٹر ہوگو نے کہا تھا: ''ہمارے چرچ ویٹی کن سٹی کے پاس اتنی دولت ہے کہ ہم حکومتوں کو خرید سکتے ہیں۔''

ہم نے تین دفعہ بائبل پیپر پر قرآن مجید ان سے طبع کروایا۔ چوتھی دفعہ قرآن مجید طبع کروانے کے لیے جب ان سے رابطہ کیا گیا تو کمپنی کے منیجر نے انکار کرتے ہوئے کہا: ''سوری مسٹر عبدالمالک! ہماری کمپنی صرف بائبل شائع کرتی ہے۔ قرآن مجید شائع کرنے کی وجہ سے کمپنی ڈائریکٹران میں تنازع اٹھ کھڑا ہوا ہے، لہٰذا ہم قرآن مجید کی مزید اشاعت کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتے۔'' جب ہالینڈ کی کمپنی نے قرآن مجید کی طباعت سے انکار کیا تو پھر ہم نے اٹلی سے قرآن مجید چھپوانے شروع کر دیے۔ بات یہ ہے کہ 25 گرام پیپر اتنا باریک ہوتا ہے کہ عام پریس پر اسے کنٹرول نہیں کیا جا سکتا، اس لیے جدید ترین پریس اور بہت اعلیٰ مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اتنے باریک پیپر پر طباعت کا کام ہالینڈ میں ہوتا ہے یا اٹلی میں۔ یہاں میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ ہم نے ہالینڈ اور اٹلی سے شائع ہونے والی بائبل کو معیار نہیں بنایا بلکہ قرآن مجید کی طباعت کا اس سے بھی بہتر معیار قائم کیا ہے۔ دارالسلام نے کتابت سے لے کر طباعت اور جلد بندی تک ..... تمام مراحل میں عمدہ اور نئی روایات قائم کی ہیں۔ بیروت سے ہم جو قرآن مجید طبع کرواتے ہیں ان کی بائنڈنگ بیروت کے بہترین بائنڈر سے کرواتے ہیں۔ بعض اوقات ہمیں ایک قرآن مجید کی صرف بائنڈنگ ڈیڑھ سے پونے دو ڈالر میں پڑتی ہے۔

ضیائے حدیث: یہ فرمائیں کہ سعودی عرب میں قرآن مجید کی طباعت کا کیا طریقہ ہے؟

عکاشہ مجاہد: سعودی عرب میں نجی سطح پر قرآن مجید کی طباعت کی اجازت نہیں بلکہ وہاں مدینہ منورہ میں بہت بڑا ملک فہد پرنٹنگ کمپلیکس ہے جو شاہ فہد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں قائم کیا تھا۔ قرآن مجید کی طباعت و اشاعت اور جلد بندی کا سارا کام اس پریس پر ہوتا ہے۔ اس کمپلیکس کے چھپے قرآن مجید نہ صرف سعودی عرب بلکہ پورے عالم اسلام میں مفت تقسیم ہوتے ہیں۔ آل سعود قرآن مجید کی خدمت کا یہ ایک ایسا عظیم کام کر رہے ہیں کہ جس کی دنیا میں کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ بات صرف قرآن مجید کی طباعت تک محدود نہیں بلکہ مغرب میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بھی سعودی حکمرانوں کا بہت بڑا کردار ہے۔ بات ہو رہی تھی ملک فہد پرنٹنگ کمپلیکس کی۔ اس ضمن میں میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ملک فہد پرنٹنگ کمپلیکس کو 8، 10 قرآن مجید کے تراجم کی ضرورت تھی جو دارالسلام نے ان کو مہیا کیے اور رائلٹی کے نام پر ایک پیسہ بھی ان سے طلب نہیں کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خدمت قرآن کا کام ہے جو اللہ ہم سے لے رہا ہے۔ اس میں ہماری کوئی خوبی نہیں بلکہ اللہ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے اس عظیم کام کے لیے ہم کو چن لیا ہے۔ اس سعادت پر ہم جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے۔

ضیائے حدیث: قرآن مجید کے احترام و مقام کو یقینی بنانے کے لیے کن امور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے؟

عکاشہ مجاہد: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص بازار سے قرآن مجید لینے کے لیے جاتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ میں نے اس مقدس کتاب کو الماری کی زینت نہیں بنانا بلکہ اسے پڑھنا اور سمجھنا ہے۔ قرآن مجید کا سب سے بڑا احترام یہی ہے کہ اسے روز پڑھا جائے..... پڑھ کر سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ احترام



قرآن کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ اس کی کتابت، طباعت، اشاعت اور جلد بندی کا کام نہایت ہی معیاری اور عمدہ طریقے سے کیا جائے۔ شوروم یا دکان میں اسے ڈسپلے کرتے وقت الگ اور نمایاں جگہ رکھا جائے۔

ضیائے حدیث: کوالٹی قرآن پبلشرز ایسوسی ایشن کے قیام کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

عکاشہ مجاہد: کوالٹی قرآن پبلشرز ایسوسی ایشن کے مقاصد درج ذیل ہیں:

① ناشران قرآن پاک کو احساس دلانا کہ وہ اس مقدس کتاب کی طباعت و اشاعت کے تمام تقاضوں کو کماحقہ ملحوظ خاطر رکھیں۔

② قرآن مجید کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں حکومت کے طے شدہ ضابطوں پر یقینی طور پر عمل کریں۔

③ حکومت کے منظور شدہ کم از کم 68 گرام کے کاغذ پر مصحف پاک کی طباعت کا اہتمام۔

④ قرآن پاک کی مضبوط اور پائیدار جلد بندی کی جائے۔

⑤ قرآن پاک کے مطابع اور جلد بندی (بائنڈنگ) کے مراکز میں صفائی، پاکیزگی اور قرآنی اوراق کے احترام کا بندوبست کریں۔

⑥ ناشران قرآن پاک کے تمام جائز مسائل کے حل کے لیے کوشش کرنا۔

⑦ قرآن پاک کی اعلیٰ طباعت کے لیے ڈیوٹی فری پیپر کی درآمد کی کوشش کرنا۔

⑧ حکومت کے مختلف محکموں کی طرف سے ناشران قرآن پاک کو درپیش مسائل و مشکلات کے ازالہ کی سعی کرنا۔

ضیائے حدیث: ناشران قرآن پر قرآن پاک کی طباعت کے سلسلے میں کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

عکاشہ مجاہد: سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناشران قرآن کو قرآن مجید کی اہمیت و فضیلت سمجھنے کی توفیق دے۔ دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ناشران قرآن، قرآن مجید کی طباعت و اشاعت کے تقاضوں کو سمجھ جائیں تو قرآن مجید کی طباعت و اشاعت کا معیار انتہائی بلند تر ہو جائے۔ مجھے یہ بات نہایت دکھ سے کہنا پڑتی ہے کہ پاکستان میں قرآن مجید کی طباعت و اشاعت کو مقدس فریضہ کی بجائے کم درجے کا کاروبار سمجھ لیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ ناشران قرآن کو اصول و ضوابط کا پابند کیا جاتا اور انھیں سختی سے ہدایت کی جاتی کہ وہ قرآن مجید کی طباعت کے لیے معیاری کاغذ استعمال کریں۔ حالت یہ ہے کہ بہت سے ناشران قرآن مجید کی اشاعت کے لیے نہایت ہی غیر معیاری کاغذ استعمال کرتے ہیں اور طباعت بھی اتنی غیر معیاری ہوتی ہے کہ ایک طرف کے حروف دوسری طرف نظر آتے ہیں۔ اس طرح دونوں طرف کے حروف گڈمڈ ہو جاتے ہیں جس سے پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے اور قرآن مجید بھی جلد شہید ہو جاتا ہے۔ میں سب کی بات نہیں کرتا بلاشبہ پاکستان میں اچھے ادارے بھی ہیں لیکن اکثریت وہ اودھم مچا رہی ہے کہ الامان والحفیظ!

ضیائے حدیث: قرآن مجید کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے آپ حکومت سے کیا توقعات رکھتے ہیں؟

عکاشہ مجاہد: میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں حکومت پاکستان پر بہت بڑی اور بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر بنایا گیا ہے اور قرآن مجید اسلام کو سمجھنے کا بنیادی مأخذ ہے، لہٰذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کتاب مقدس کے احترام کو ہر طرح سے یقینی بنائے۔ یہاں حالت یہ رہی کہ 1973ء تک قرآن مجید کی طباعت کے حوالے سے کسی قسم کی قانون سازی نہ ہو سکی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر ناشران قرآن من مانی کرتے رہے۔ اتنا غیر معیاری اور گھٹیا کاغذ استعمال کیا جاتا رہا کہ جس کی کسی دوسرے ملک میں مثال نہیں ملتی۔ یہ سخت قسم کی توہین قرآن مجید تھی جس کے مرتکب ہمارے ناشران اور حکمران ہوتے رہے۔ 30 جولائی 1973ء کو اس وقت کی پارلیمنٹ نے عوام اور علماء کے بار بار توجہ دلانے پر قرآن ایکٹ پاس کیا۔ اس ایکٹ کی رو سے ناشران کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ کم از کم 52 گرام کاغذ پر قرآن مجید چھاپیں گے۔ کچھ عرصہ ناشران نے اس ایکٹ کی پابندی کی۔ شاید اس ایکٹ کی پابندی کا نتیجہ تھا کہ کچھ عرصہ بعد مشرق وسطیٰ کے دروازے پاکستانیوں کے لیے کھل گئے اور پاکستان میں خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا جس سے عام آدمی کا معیار زندگی بلند ہوا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن مجید کی طباعت و اشاعت کا معیار بھی بلند ہوتا لیکن ہوا اس کے برعکس۔ ناشران



قرآن نے 52 گرام کے منظور شدہ کاغذ پر قرآن مجید شائع کرنے کی بجائے اس سے بھی کم تر، یعنی 35، 40 اور 45 گرام کے کاغذ پر قرآن مجید چھاپنا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے بلکہ اب تو ری سائیکل پیپرز پر بھی قرآن مجید شائع ہو رہا ہے۔ اس سے کئی سنگین نتائج سامنے آ رہے ہیں، مثلاً:

① قرآن مجید کی توہین کا دیدہ دانستہ ارتکاب کیا جا رہا ہے۔

② غیر معیاری کاغذ کے استعمال سے قرآن مجید اور سپاروں کی شہادت کا گراف بہت بڑھ چکا ہے۔

③ شہید قرآنی اوراق اور سپاروں کو محفوظ کرنا بذات خود ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے۔ لہٰذا کوالٹی قرآن پبلشرز ایسوسی ایشن کے صدر اور ایک عام پاکستانی ہونے کے ناطے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت پاکستان اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ میں حکومت پاکستان سے درخواست کروں گا کہ غیر معیاری کاغذ پر قرآن مجید چھاپنے والے ناشران کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جائے۔ اخباری کاغذ کی طرح قرآن مجید کی طباعت کے لیے درآمدی کاغذ کو ٹیکس فری کیا جائے تاکہ کم قیمت پر اور معیاری کاغذ پر لوگوں کو قرآن مجید دستیاب ہو سکیں۔

ضیائے حدیث: پنجاب قرآن بورڈ کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

عکاشہ مجاہد: میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب قرآن بورڈ بہت ہی اچھا ادارہ ہے۔ پنجاب قرآن بورڈ اور قرآن کمپلیکس حکومت پنجاب کی ایک قابل فخر کاوش ہے جس پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف اور ان کی حکومت مبارکباد کی مستحق ہے۔ پنجاب قرآن بورڈ کی کاوشوں سے شہید قرآنی اوراق کو محفوظ کرنے کے لیے قرآن ویلز کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ قرآن ویلز دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا پہلا اور منفرد منصوبہ ہے۔ پنجاب قرآن بورڈ کے یہ سب اقدامات بہت اچھے ہیں، تاہم اس سلسلے میں مزید کئی اقدامات کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید کی طباعت کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے رولز تو بن چکے مگر ابھی تک ان رولز پر عمل نہیں ہو رہا۔ پنجاب قرآن بورڈ کا فرض ہے کہ وہ ان رولز پر سختی سے عملدرآمد کروائے۔ میں یہاں وزیر اعظم میاں نواز شریف کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا کہ جن کی ذاتی کوششوں سے قرآن کمپلیکس کے عرصہ سے رکے ہوئے فنڈ ریلیز ہوئے جس سے قرآن کمپلیکس کی تعمیر و تکمیل ممکن ہو سکی۔ وزیر اعظم کی یہ کوششیں بھی قابل قدر ہیں کہ ان کی حکومت نے قرآن مجید کے طباعتی معیار کو بہتر بنانے کے لیے سنجیدہ اور عملی اقدامات اٹھائے۔ ان کی حکومت کے وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف نے قرآن کمپلیکس اور پنجاب قرآن بورڈ لاہور کا دورہ کیا۔ یہاں درپیش مسائل کے حل کی یقین دہانی کرائی۔ وفاقی حکومت کا سب سے اہم قدم یہ ہے کہ قرآن مجید کے طباعتی معیار کو بہتر بنانے کے لیے چاروں صوبوں میں یکساں قانون سازی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

ضیائے حدیث: کوالٹی قرآن پبلشرز کو درپیش مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں؟

عکاشہ مجاہد: ہم نے اس سلسلے میں ایک خط وزیر اعظم نواز شریف کے نام ارسال کیا ہے۔ اس خط میں ان کی توجہ درج ذیل معاملات کی طرف مبذول کروائی گئی ہے:

① قرآن مجید کے طباعتی قوانین پر سختی سے عملدرآمد کروایا جائے۔

② قرآن مجید کے طباعتی معیار کے لیے بنائے گئے قوانین کا دائرہ چاروں صوبوں تک بڑھایا جائے۔

③ اخبارات کی طرح قرآن مجید کی طباعت کے لیے بھی درآمدی کاغذ ٹیکس فری کیا جائے۔

④ رسم عثمانی کے مطابق ماڈل قرآنی نسخہ تیار کیا جائے۔

اس خط کی کاپیاں وزیر خزانہ اسحاق ڈار، چیئرمین سی بی آر محکمہ بورڈ آف ریونیو، وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف، وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف، صوبائی وزیر مذہبی امور پنجاب عطاء مانیکا، چیئرمین پنجاب قرآن بورڈ مولانا غلام محمد سیالوی اور سیکرٹری اوقاف و مذہبی امور کو بھیجی گئی ہیں۔ ہم شکر گزار ہیں وزیر اعلیٰ پنجاب کے کہ انھوں نے ہمارے اس خط پر فوری طور پنجاب قرآن بورڈ کے چیئرمین کو ہمارے ساتھ میٹنگ کرنے کی ہدایت کی۔ چیئرمین نے ہمارے تمام مسائل کو نہ صرف توجہ سے سنا بلکہ حکام بالا تک بھی پہنچانے کا وعدہ کیا۔ ماہنامہ ضیائے حدیث کی وساطت سے ہم وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ پنجاب اور وفاقی وزیر خزانہ اسحاق ڈار سے مطالبہ کریں گے کہ وہ ہمیں ملاقات کا وقت دیں تاکہ پاکستان میں قرآن مجید کے طباعتی معیار کو بہتر بنانے کے لیے ان کے ساتھ گفت و شنید ہو سکے۔



آپ کے سوالات اور ان کا حل

ابوالحسن حافظ عبدالخالق

سوال 28 فروری(2014ء) نوائے وقت کے ملّی ایڈیشن میں ''روضۂ اقدس پر مدد کی درخواست'' کے موضوع کے تحت ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کی ایک تحریر نظروں سے گزری، آں موصوف نے مذکورہ مسئلے کے اثبات کے لیے ایک حدیث پیش کی ہے، آیا اس دعوے کی یہ دلیل پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے؟ تحقیقی رو سے وضاحت کردیں، وہ حدیث اور ان کا کلام درج ذیل ہے: حضرت بلال بن حارث نے، جو صحابی رسول ہیں، بعداز وصال نبوی دورِ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر جاکر آپ سے مدد چاہی، جس کو ابن کثیر نے البداية والنهاية(98/7) میں روایت کیا ہے اور اس سند کو صحیح کہا ہے، ایسے ہی ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباري شرح صحيح البخاري (629/2) میں اس کا ذکر کرکے اس کی توثیق کی ہے۔ (سائلین)

''روضۂ اقدس پر مدد کی درخواست'' والا قصہ ضعیف ہے

جواب موصوف نے جس قصے کا حوالہ پیش کیا ہے المصنف لإبن ابی شیبہ (118/11) میں آتا ہے، فتح الباری میں وہ اس طرح ہے: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ قحط کا شکار ہوگئے، ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور اس نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجیے، یقیناً وہ تو ہلاک ہوگئے، تو اس آدمی کی خواب میں کوئی آیا اور اس نے کہا: تم عمر کے پاس جاؤ۔'' (فتح الباري: 495/2)

یہ قصہ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ دوسرے الفاظ سے بھی مروی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، اس میں مالک بن عیاض الدار مجہول الحال راوی ہے۔ ابن أبي حاتم نے اسے الجرح والتعديل(213/8) میں ذکر کیا لیکن کسی قسم کی توثیق نقل نہیں کی، اور اس کے تلامذہ میں صرف ابوصالح ہی کو ذکر کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مجہول ہے۔

امام منذری نے مالک الدار کے طریق سے الترغیب والترھیب میں ایک طویل روایت نقل کی ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں: «رواه الطبراني في الكبير، ورواته إلٰى مالك الدار ثقات مشهورون، ومالك الدار لا أعرفه» ''اسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اور اس کے رواۃ مالک الدار تک ثقہ اور مشہور ہیں لیکن مالک الدار کو میں نہیں جانتا۔'' (الترغيب والترهيب:702/1، به تحقيق محي الدين ورفقاء) معلوم ہوا امام منذری رحمہ اللہ کی تحقیق میں یہ راوی مجہول ہے، اور مجہول کی روایت

ضعیف ہوتی ہے۔

علامہ ہیثمی مجمع الزوائد (125/3) میں مشار الیہ روایت کے بعد لکھتے ہیں: «رواه الطبراني في الكبير، ومالك الدار لم أعرفه، وبقية رجاله ثقات» ''اسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اور مالک الدار کو میں نہیں پہچانتا، اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔''

محدث شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے عدالت وضبط کے لحاظ سے غیر معروف قرار دیا ہے۔ (التوسل، ص: 118)

دوسری بات یہ ہے کہ صاحب قصہ شخص «رَجُلٌ» بھی مجہول ہے، پتا نہیں یہ کون شخص تھا، اس سے بھی قصے کی صحت متاثر ہوتی ہے۔

آیا ''رَجُلٌ'' سے مراد بلال بن حارث صحابی ہیں؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سیف بن عمر کی روایت میں ان کا نام بلال بن حارث مزنی مروی ہے جو کہ صحابی رسول ہیں تو یہ بات بھی قطعاً پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی، کیونکہ جس روایت میں مذکورہ مجہول شخص کے بلال بن حارث صحابی ہونے کی تصریح ہے وہ سخت ضعیف ہے، یہ روایت بہ طریق سیف بن عمر التمیمی منقول ہے اور اس پر محدثین کی سخت جرح ہے، ملاحظہ فرمایئے:

سیف بن عمر پر محدثین کی جرح

ابن ابی حاتم الجرح والتعدیل (278/4) میں لکھتے ہیں: «مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، يُشْبِهُ حَدِيثُهُ حَدِيثَ الْوَاقِدِيِّ» ''یہ متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث واقدی کی حدیث سے ملتی جلتی ہے۔'' جبکہ واقدی معروف کذاب ہے۔

امام برقانی کہتے ہیں: «سَمِعْتُ الدَّارَ قُطْنِيَّ يَقُولُ: «سَيْفُ بْنُ عُمَرَ الأسيدي، كُوفِيٌّ مَتْرُوكٌ» ''میں نے دارقطنی کو فرماتے ہوئے سنا: سیف بن عمر اسیدی کوفی ہے اور متروک ہے۔'' (سؤالات البرقاني: 200، موسوعة أقوال الدار قطني في رجال الحديث وعلله: 312/1)

نیز اسے امام دارقطنی نے الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے، رقم الترجمۃ: 283، نیز تہذیب الکمال (2676/12) ملاحظہ فرمائیں۔

امام یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے: الضعفاء للعقيلي، رقم: 694، 548/2، تاريخ الدوري: 2262.

امام ابن حبان مجروحین میں لکھتے ہیں: «اتُّهِمَ بِالزَّنْدَقَةِ..... يَرْوِي الْمَوْضُوعَاتِ عَنِ الْأَثْبَاتِ» ''اس پر زندیق ہونے کی تہمت ہے، ثقہ راویوں سے موضوعات روایت کرتا ہے۔'' (كتاب المجروحين: 439/1، بتحقيق حمدي السلفي)

امام عقیلی لکھتے ہیں: «وَلَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ، وَلَا عَلَى كَثِيرٍ مِنْ أَحَادِيثِهِ» ''نہ اس کی متابعت (تائید) کی جاتی ہے اور نہ اس کی کثیر احادیث ہی کی متابعات ملتی ہیں۔'' (الضعفاء: 549/2)

ابن عدی لکھتے ہیں: «وَلِسَيْفٍ بْنِ عُمَرَ أَحَادِيثُ غَيْرُ مَاذَكَرْتُ وَبَعْضُ أَحَادِيثِهِ مَشْهُورَةٌ، وَعَامَّتُهَا مُنْكَرَةٌ لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهَا وَهُوَ إِلَى الضُّعْفِ أَقْرَبُ مِنْهُ إِلَى الصِّدْقِ» ''سیف بن عمر کی جو احادیث میں نے ذکر کی ہیں اس کے علاوہ بھی اس کی روایات ہیں، اس کی بعض احادیث مشہور ہیں، لیکن زیادہ اور عام احادیث منکر ہیں، ان کی متابعت نہیں ہے، یہ صدق کی نسبت ضعف کے قریب تر ہے۔'' (الكامل: 508/4)

امام ذہبی نے دیوان الضعفاء (رقم: 1845) میں لکھا ہے: «تَرَكُوهُ وَاتُّهِمَ بِالزَّنْدَقَةِ» ''محدثین نے اسے ترک کردیا، اور اس پر زندقہ کا الزام ہے۔''

اور المغنی في الضعفاء میں لکھتے ہیں: «لَهُ تَوَالِيفُ، مَتْرُوكٌ بِاتِّفَاقٍ» ''اس کی کئی تالیفات ہیں، بالاتفاق متروک ہے۔'' (مغني، رقم: 2716، 460/1، مزید دیکھیے: ميزان الإعتدال: 255/2)

صلاح الدین صفدی نے بھی (الوافي بالوفيات: 66/16) میں محدثین کی بعض مذکورہ جروح نقل کی ہیں۔

خلاصہ

وہ شخص جس کی عدالت وثقاہت کا یہ حال ہو اس کے واسطے سے مروی یہ بات کیونکر قبول کرلی جائے کہ مذکورہ حدیث کی سند میں مجہول شخص ''رَجُلٌ'' صحابیِ رسول بلال بن حارث مزنی ہیں، یہ بات قطعاً تسلیم نہیں کی جاسکتی، کاش! ڈاکٹر صاحب کچھ ذاتی تحقیق سے بھی کام لے لیتے۔

المختصر! چونکہ مذکورہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے، اس لیے

اس کی روشنی میں ''روضۂ اقدس پر مدد کی درخواست'' کا استدلال واستنباط باطل ہے۔

مفتی اعظم سعودی عرب شیخ ابن باز کی تحقیق

فتح الباری کے حاشیے میں لکھتے ہیں: ''بالفرض اگر مذکورہ اثر کو صحیح بھی تسلیم کرلیں جیسا کہ شارح نے کہا ہے، تب بھی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، آپ کے ذریعے استسقاء کے جواز پر دلیل نہیں بنتا، کیونکہ حدیث میں موجود سائل مجہول ہے، اور اس لیے بھی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس کے برخلاف ہے (وہ مسنون طریقے سے بارش طلب کرتے، یعنی.....دعا کرتے یا نماز استسقاء پڑھتے)، وہ تمام لوگوں سے شریعت کو زیادہ جانتے تھے، ان میں کوئی ایک بھی ایسا صحابی نہیں جو رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر آیا ہو اور آپ سے بارش یا کسی اور چیز کا سوال کیا ہو، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے بجائے قحط کے زمانے میں سیدنا عباس کے ذریعے ہی سے استسقاء کی دعا کرائی، اس عمل پر کسی صحابی نے رد نہیں کیا، جس سے معلوم ہوا یہی طریقہ حق ہے، اور جو اس شخص نے کیا تھا، عملِ منکر ہے، اور شرک کا ذریعہ ہے، بلکہ بعض اہل علم نے اسے شرک کی ایک قسم قرار دیا ہے۔'' (فتح الباري: 495/2)

زیر بحث حدیث کے ضعف و نکارت پر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ وہ شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں کیسے پہنچ گیا؟ کیونکہ سیدہ عائشہ کے حجرہ کو، جس میں رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک تھی، ابھی تک یزید بن ولید نے مسجد نبوی میں شامل نہ کیا تھا جبکہ وہ اس وقت تک بقیدِ حیات تھیں۔ جہاں تک ابن حجر اور ابن کثیر کی تصحیح کا تعلق ہے تو اس سے پوری سند کی تصحیح لازم نہیں آتی بلکہ اس سے ابوصالح تک سند کی تصحیح مقصود ہے، اس کی تائید امام منذری اور علامہ ہیثمی کے مذکورۃ الصدور اقوال سے بھی ہوتی ہے مزید تفصیل ''التوسل للألباني، ص: 119,118'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

دینی غیرت کی بنا پر خودکشی کرنے کا جواز؟

سوال جس ملک یا علاقے میں حدوداللہ کا قیام نہ ہو، بلکہ وہ بار بار حدوداللہ کی پامالی کے مرتکب ہوتے ہوں، تو کیا اس پامالی سے بچنے کے لیے، اور ایسے لوگوں سے اظہار براءت کی خاطر خودکشی کی جاسکتی ہے؟

(ایک سائل)

جواب حدوداللہ کا عدم قیام یا اس کی پامالی قربِ قیامت کی نشانی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے حالات کی پیشین گوئی بھی فرمائی ہے، نیز مجموعی اعتبار سے دین سے روگردانی میں روزافزوں اضافہ ہی ہوگا، اور حالات ابتر ہوں گے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ» ''ان حالات کے بعد جو وقت بھی تم پر آئے گا وہ اس سے بھی بدتر ہوگا۔'' (صحيح البخاري: 7068)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شر کی زندگی گزار رہے تھے، اب ہمیں اس خیر، یعنی اسلام کی نعمت نصیب ہوئی ہے، کیا اس کے بعد برائی اور شر کا وقوع ہوگا؟ فرمایا: ہاں، پھر پوچھا: کیا اس شر کے بعد خیر متوقع ہے؟ فرمایا: ہاں، پوچھا: کیا اس خیر کے بعد پھر شر جنم لے گا؟ فرمایا: ہاں، انھوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: «يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ، وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي، وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ» ''میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں چلیں گے اور نہ میری سنت کو اختیار کریں گے، ان میں ایسے افراد پیدا ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے انسانوں کے جسموں میں۔'' (صحيح مسلم: 1847)

لہٰذا جس ملک یا خطے میں اس قسم کے حالات پیدا ہوچکے ہوں تو وہاں انفرادی اور اجتماعی طور پر دعوتی سرگرمیاں تیز تر کرنی ہوں گی اور خود کو شرعی نظام کا پابند بنانا ہوگا، باقی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا جائے، پھر کسی کی خرابی یا گمراہی کا وبال آپ کے سر نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ ''اے ایمان والو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، جو شخص گمراہ ہو وہ تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم خود ہدایت پر ہو۔'' (المآئدة 5:105)

فرعون کی موسیٰ علیہ السلام کے خلاف سرکشی و بغاوت جب انتہا کو پہنچ گئی اور اس نے بنی اسرائیل پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑ ڈالے، تو موسیٰ علیہ السلام نے انھیں حالات کی سنگینی اور شدت سے نمٹنے کے لیے خودکشی کی تلقین نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم دیا تھا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے



موسیٰ علیہ السلام پر جو وحی نازل فرمائی اس میں بھی اس قسم کے حالات میں تعلق باللہ مضبوط کرنے ہی کا حکم ہے، فرمایا: ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں کچھ گھروں کو ٹھکانا مقرر کرلو اور اپنے گھروں کو قبلہ رخ بنالو اور نماز قائم کرو، اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دو۔'' (یونس 87:10)

برائی یا غیر شرعی امور کی روک تھام کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر قوت واختیار ہو تو بزورِ بازو روکے، وگرنہ زبان سے روکے، یہ ہمت بھی نہ ہو تو اس برائی یا غیر شرعی کام کو دل سے برا جانے، اور ان غیر شرعی امور سے کنارہ کش رہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس قسم کے حالات سے آزردہ ہوکر انسان خودکشی کرے تو حالات کی تبدیلی یا حدود اللہ کی پامالی کی روک تھام کے لیے یہ شرعی حل نہیں، بلکہ یہ اقدام کبیرہ گناہ ہے، یہ موت بُری موت ہوگی، اس سے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت زندگی کو اللہ کی منشا کے خلاف اپنی مرضی سے تلف کرنا لازم آتا ہے، جو کہ اس کا اختیار نہیں۔ شریعت میں خودکشی کی سزا بڑی بھیانک ہے۔

سوال زکاۃ کے مصارف میں "في سبيل الله" کا بھی ذکر ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ کیا مسجد فی سبیل اللہ میں نہیں آتی؟ (محمد ناصر، لاہور)

جواب "في سبيل الله" کی توضیح ومراد میں کم وبیش علماء کے پانچ قول منقول ہیں:

① اس سے مراد "جهاد في سبيل الله" ہے۔

② جہاد کے ساتھ ساتھ اس سے حج وعمرہ بھی مراد ہے یا بعض کے نزدیک صرف حج مراد ہے، کیونکہ عمرے کا ذکر حدیث میں شاذ ہے۔

③ اس سے تمام اعمال صالحہ مراد ہیں، یعنی جو کام بھی رضائے الٰہی کے لیے کیا جائے وہاں زکاۃ صرف کی جاسکتی ہے۔

④ اس سے مراد مسلمانوں کے ایسے اجتماعی مصالح اور مفادات عامہ ہیں (جن سے عموماً ہر فرد فائدہ اٹھاتا ہے) جن پر دینی اور حکومتی امور کے قیام کی بنیاد ہے، صرف شخصیات مراد نہیں۔

⑤ اس سے مراد اگرچہ جہاد ہی ہے لیکن جہاد کے معنی محض قتال ہی میں محصور نہیں ہیں، بلکہ ہر وہ جدوجہد اور سعی وکاوش اس میں داخل ہے جس سے اعلائے کلمۃ اللہ اور دین اسلام کا غلبہ مقصود ہو، بنابریں دعوت الی اللہ، باطل افکار ونظریات کی تردید اور اسلامی عقائد واعمال کے تحفظ کی تمام مساعی پر ''فی سبیل اللہ'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ (مکہ فقہ اکیڈمی کے فقہی فیصلے، مترجم: ڈاکٹر مفتی فہیم اختر ندوی، ص: 219,218، ایفا پبلی کیشنز، نئی دہلی، بحوالہ نظریات، ص:22)

چوتھے قول کے حاملین کی نمائندگی میں علامہ رشید رضا رحمہ اللہ تفسیر منار میں لکھتے ہیں: ''فی سبیل اللہ'' کی مد ان باقی تمام مفادات اور مصالح عامہ کو شامل ہے جن پر امور دین ومملکت کی بنیاد ہے، ان میں اولین درجہ جنگ وقتال کی تیاری کو حاصل ہے، جس میں اسلحہ خریدنا، لشکر کی خورونوش کا بندوبست کرنا اور ذرائع نقل وحمل اور مجاہدین کی تیاری ہے۔''

آں رحمہ اللہ عسکری ہسپتالوں، حجاج کرام کے لیے پرسکون راستوں اور ان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی، نیز عام خیراتی اداروں، راستوں کی اصلاح وتعمیر، فوجی ضرورت کے تحت فولادی ریلوے لائن کا بچھانا، جنگی بکتر بند کشتیوں کی تیاری، جنگی جہازوں، قلعوں کی تعمیر اور خندقوں کی تیاری وغیرہ کو بھی اس مد میں شامل کرتے ہیں۔

آخر میں لکھتے ہیں: ہمارے اس زمانے میں اہم ترین فی سبیل اللہ کی جو مد ہے جس میں زکاۃ صرف کی جاسکتی ہے، وہ داعیانِ اسلام کی تیاری اور انھیں منظم جمعیات کی طرف سے بلاد کفار کی طرف بھیجنا ہے، یہ ادارے انھیں بقدر کفایت مالی امداد بہم پہنچاتے ہیں جیسا کہ یہ کام کفار اپنے دین کی نشرواشاعت کے لیے کرتے ہیں.....اور اس مد کے تحت علوم شرعیہ کی درسگاہیں بھی داخل ہیں جن پر مذکورہ مد سے خرچ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کا تعلق بھی مفاد عام سے ہے نیز دریں صورت اس سے مدارس کے اساتذہ ومعلمین کی تنخواہیں بھی دی جاسکتی ہیں جو باقاعدہ اپنی شرعی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں، جن کی وجہ سے وہ کوئی اور کام نہیں کرسکتے۔ (تفسیر المنار: 442/1، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ضیائے حدیث، شمارہ اگست، 2013)

پانچویں قول کی تائید میں، وہ چند دلائل جن میں قتال کے علاوہ دیگر امور پر بھی جہاد کا اطلاق ہوا ہے، مثلاً: رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا

گیا: «أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ؟» ''کون سا جہاد افضل ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: «كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ» ''سلطانِ جابر کے روبرو کلمۂ حق کہنا افضل ترین جہاد ہے۔'' (سنن ابن ماجه: 4012)

ایک حدیث میں فاسق و فاجر قسم کے لوگوں کے بارے میں یہ آیا ہے: «فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ» ''جس نے ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مومن ہے، اور زبان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے ان سے اپنے دل کے ساتھ جہاد کیا وہ بھی مومن ہے۔''

(صحيح مسلم: 80)

تو اس حدیث میں ہاتھ، زبان اور دل کے ردِّعمل کو بھی جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ نیز حدیث میں مشرکین کے ساتھ مال، جان اور زبان کے ساتھ بھی جہاد کا حکم ہے۔ (سنن أبي داود: 2504)

ان دلائل سے معلوم ہوا جہاد کا مفہوم وسیع ہے۔ مزید اس کے تحت، اسلامی مدارس، جمعیات اور دعوتی مراکز وغیرہ بھی شامل ہیں۔

یہ موقف شیخ ابن باز، ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف، شیخ صالح بن عثیمین، عبداللہ عبدالرحمٰن البسام اور مصطفیٰ احمد الزرقاء وغیرہ کا ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم (سابق مفتی اعظم سعودی عرب) نے بھی اسے ترجیح دی ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نظریات، ص: 22، توضیح الاحکام، شرح بلوغ المرام، رقم الحدیث: 532 کے تحت) ہمارے نزدیک ''فی سبیل اللہ'' کی مراد میں چوتھا اور پانچواں قول دونوں ہی قابل ترجیح ہیں۔

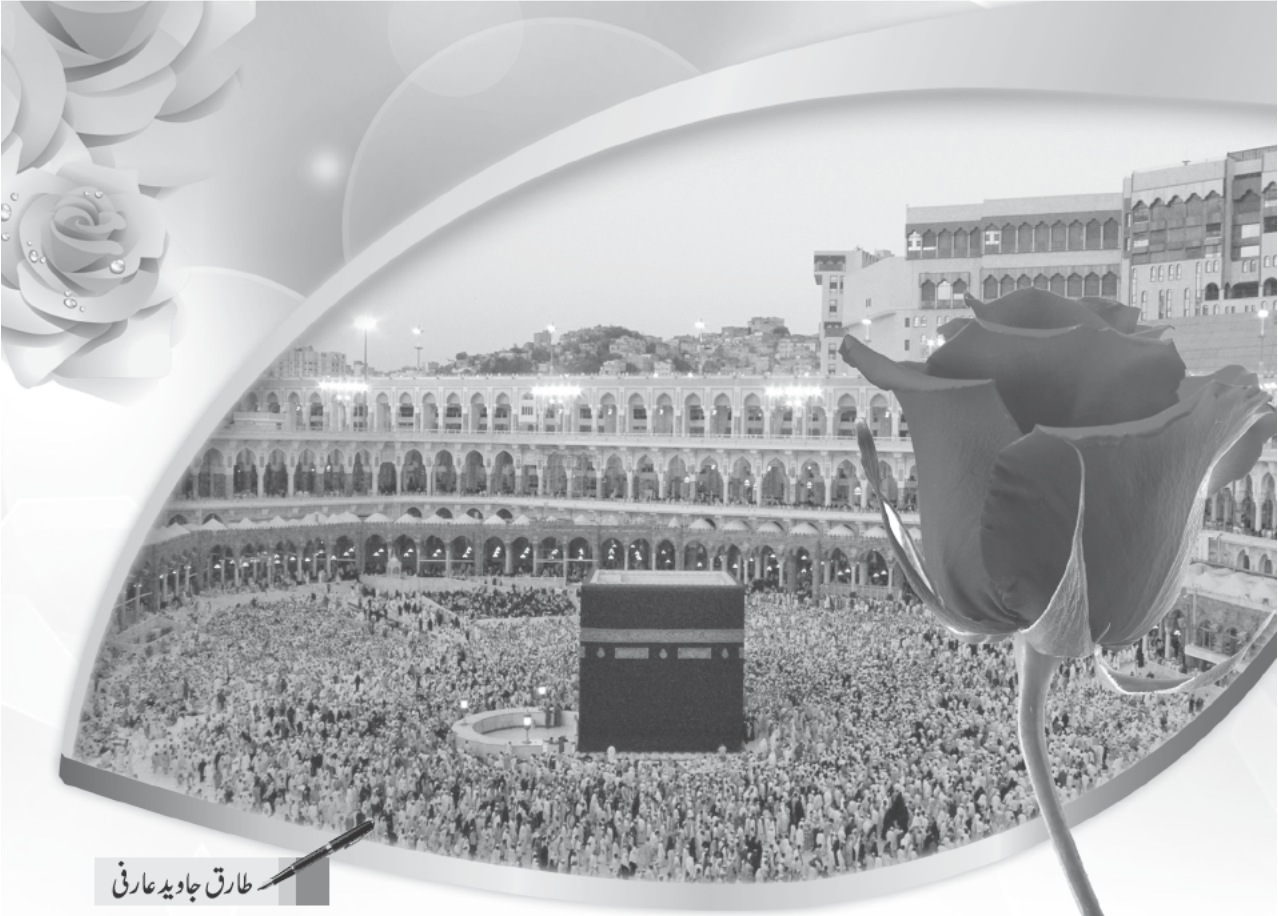
کیا مسجد ''فی سبیل اللہ'' میں نہیں آتی؟

بعض علماء نے فی سبیل اللہ کے تحت مساجد کو بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر کبیر: 87/6، تفسیر خازن: 386/2 وغیرہ) لیکن تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد کی تعمیر میں زکاۃ صرف نہ کی جائے۔ (توضیح الأحکام: 417/4) لیکن اگر دیگر وسائل ناکافی ہوں اور ان سے ضرورت پوری نہ ہوتی ہو تو حالات کی تنگی یا اضطرار کی بنا پر زکاۃ کی مد سے مسجد پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ وباللّٰہ التوفیق.

بقیہ: علمائے حدیث کے ساتھ چند روز

گفتگو سن کر بہت لطف محسوس ہوتا ہے۔ میں جب ان سے تبادلہ خیال کرتا ہوں اور ان کے بلند عزائم سے آگاہی حاصل کرتا ہوں تو بے اختیار کہہ اٹھتا ہوں: کون کہتا ہے کہ اسلام خطرے میں ہے، یا اسلام کمزور ہوگیا ہے۔ ان نوجوانوں کی داستان عزیمت سن کر میرا عزم و یقین راسخ ہو جاتا ہے کہ اسلام تو خطرے میں نہیں، البتہ کفر و الحاد کا زور اب ٹوٹ رہا ہے۔ اب نام نہاد خود ساختہ روشن خیالی دم توڑ رہی ہے اور افق عالم پر اسلام کی روشن اور سنہری کرنیں اپنا نور بکھیر رہی ہیں۔ علمائے حدیث پوری دنیا کے سامنے اسلام کا امن و آشتی سے عبارت خوبصورت پیغام پیش کر رہے ہیں۔ کرۂ ارض کے کونے کونے پر محمد ﷺ کے دین کا جھنڈا بلند ہو چکا ہے۔ جو طاقتیں اسے کمزور دیکھنا چاہتی تھیں وہ اب مایوس ہو رہی ہیں۔ اب اسلام کے غلبے کا دور ہے۔ میں طلبہ کے پروگرام میں پہنچا تو حاضری اپنے پورے جوبن پر تھی۔ استراحہ کا وسیع صحن تنگ دامنی کا شکوہ کر رہا تھا۔ مولانا حافظ عبداللہ امجد چھتوی خطاب فرما رہے تھے۔ وہ بڑے محبت بھرے انداز میں طلبہ کو نصیحتیں فرما رہے تھے۔ تاریخ کے حوالے سے اور اپنے ذاتی تجربات کے حوالے سے انھوں نے طلبہ کو مزید مطالعہ کی تلقین کی۔ عزت نفس اور خود داری کی طرف توجہ دلائی۔ راقم الحروف نے بھی اپنے تجربات سے اور تاریخ کے حوالے سے طلبہ سے گفتگو کی۔ ایک شاندار عشائیہ کے ساتھ یہ خوبصورت تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

اس طرح علمائے کرام اور مشائخ عظام کی عالی قدر معیت میں کئی روز تک رہنے کے بعد مدینہ طیبہ کا یہ سفر اپنے ساتھ بہت سی خوبصورت یادیں لے کر انجام پذیر ہوا۔



طارق جاوید عارفی

زیارت حرمین شریفین

اور خواتین سے گزارشات

الحمدللہ 12 مئی کو میں اپنی اہلیہ سمیت عمرہ کی سعادت کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ عمرہ کی ادائیگی کے ساتھ وہاں کے ماحول کو بھی بغور دیکھنے کا موقع ملا۔ دنیا کے اطراف و اکناف سے زیارتِ حرمین شریفین کے لیے آئے مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کے ساتھ میل جول اور ان کے طریقہ ہائے عبادت کو پرکھنے اور جائزہ لینے کا موقع بھی ملا۔ کسی کے خلوص اور نیت پر شک کرنا بُری بات ہے۔ یقیناً جتنے لوگ وہاں جاتے ہیں، بڑے خلوص، جذبے اور مالی قربانیوں کے بعد جاتے ہیں۔ زائرین حرمین شریفین کا یہ خلوص و جذبہ یقیناً قابل قدر اور لائق تحسین و داد ہے۔ لیکن دوسری طرف تکلیف دہ اور دلخراش صورتِ حال یہ ہے کہ اس قدر قربانیوں اور خلوص و جذبے سے آئے لوگوں کی اکثریت بیت اللہ کے آداب اور مناسک حج و عمرہ سے نابلد ہے۔ یہ صورتِ حال صرف مردوں کی نہیں تھی، بہت سی عورتیں بھی ایسی ہی تھیں۔ مضمون چونکہ خواتین کے احکام و مسائل کے لیے خاص ہے، اس لیے ان خامیوں، کوتاہیوں اور قابل اصلاح امور کا ذکر کروں گا جو خواتین میں دیکھنے اور سننے کو ملے۔

① حج و عمرہ میں عورت کی مالی و جسمانی

استطاعت کے ساتھ مَحرم کا ہونا بھی ضروری ہے۔ عورت اگر مالی اور جسمانی لحاظ سے صاحب استطاعت ہے لیکن مَحرم کا بندوبست نہیں ہے تو قرآن وسنت کی نصوص کے مطابق اس وقت تک اس پر حج وعمرہ فرض نہیں ہے۔ مَحرم کی شرط تمام عورتوں کے لیے ہے خواہ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں ہوں۔ ہمارے ہاں بوڑھی عورتوں کے لیے اس شرط کو ضروری نہیں سمجھا جاتا اور گروپ کو مَحرم کا قائم مقام قرار دے کر عورت کو اس کے ساتھ روانہ کردیا جاتا ہے۔ آگے جاکر کوئی بھی اس کا سہارا بننے اور اس کی مدد کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ مکہ مکرمہ میں دن گیارہ بجے کے قریب ہم اپنے کمرے میں حرم میں جانے کی تیاری کررہے تھے کہ اچانک ایک عورت کے چلانے اور ڈانٹنے کی آواز سنائی دی۔ باہر نکل کر دیکھا تو ایک جوان عورت ایک بوڑھی عورت کو اپنے کمرے سے زبردستی نکال رہی تھی۔ بوڑھی خاتون کو ہوٹل کی طرف سے جو کارڈ جاری ہوا تھا وہ اسی کمرے کا تھا اور کمرے میں مزید رہائش کی گنجائش بھی تھی لیکن اس جوان خاتون نے سینہ زوری کرکے بوڑھی خاتون کو باہر نکلنے پر مجبور کردیا۔ وہ بوڑھی عورت بے بسی کی تصویر بنی استقبالیہ میں جابیٹھی۔ میں اور اہلیہ نماز کے لیے جانے لگے تو اس بوڑھی خاتون پر نظر پڑی۔ اس کی بے بسی دیکھ کر بے ساختہ پاؤں رک گئے۔ اہلیہ نے پوچھا: ماں جی! آپ کے کمرے کا کیا بنا؟ کہنے لگی: کچھ نہیں۔ اہلیہ نے پوچھا: آپ نے عمرہ کرلیا؟ کہنے لگی: نہیں، بیٹا! مجھے تو کچھ پتا نہیں ہے۔ اہلیہ کو بوڑھی ماں پر بڑا ترس آیا اور وہ مجھ سے کہنے لگیں: اگر آپ اجازت دیں تو میں ماں جی کو اپنے ساتھ لے جاکر عمرہ کرادوں؟ میں نے اجازت دے دی۔ جب اہلیہ، ماں جی کو ساتھ لے جانے لگیں تو ہوٹل انتظامیہ کہنے لگی کہ ماں جی کے کاغذات وغیرہ نامکمل ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ بن گیا تو آپ ذمہ دار ہوں گے۔ تب ناچار ہمیں ماں جی کو ان کے حال پر چھوڑنا پڑا۔ تب فوراً میری زبان پر رسولِ کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ آگئی: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تُسَافِرَ ثَلَاثًا إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِّنْهَا» ''کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ تین دن کا سفر کرے مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو۔'' (صحیح مسلم: 1339)

فرمانِ رسول ﷺ کو نظرانداز کرنے کا نقصان ضرور ہوتا ہے۔ انسان گناہ گار بھی ہوتا ہے اور مشقت میں بھی پڑتا ہے۔ یہ سب کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ میری اپنی تمام اسلامی ماؤں بہنوں سے گزارش ہے کہ وہ محرم کے بغیر یہ مقدس سفر کرکے خود کو گناہ گار نہ ٹھہرائیں۔

② دوسری بڑی کوتاہی جو خواتین میں عام دیکھنے کو ملی، وہ بے پردگی ہے۔ خواتین کی اکثریت چہرے کے پردے سے عاری تھی۔ بعض خواتین تو باقاعدہ بناؤ سنگھار کیے ہوتی تھیں۔ ان کا یہ طرزِ عمل مرد حضرات کے لیے بڑے فتنے کا باعث ہے۔ کچھ خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ حج وعمرہ میں چہرے کو ڈھانپنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے وہ خود اپنا چہرہ بھی نہیں ڈھانپتیں اور چہرہ ڈھانپنے والیوں پر اعتراض بھی کرتی ہیں۔

یہ ان کی کج فہمی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں (رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر) جب سوار ہمارے برابر آتے تو ہم اپنی چادروں کو سر کی طرف سے سرکا کر چہرے پر ڈال لیتیں۔ جب وہ گزر جاتے تو ہم اپنی چادریں چہروں سے اٹھا لیتیں۔ (سنن أبي داود: 1835)

اب چونکہ تمام مقامات پر مردوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں ہوتی جو مردوں سے خالی ہو، اس لیے عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ حالت احرام میں بھی اپنا چہرہ ہر جگہ ڈھانپ کر رکھے۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے: «إِنَّهَا كَانَتْ تُغَطِّي وَجْهَهَا وَهِيَ مُحْرِمَةٌ» ''وہ احرام کی حالت میں اپنے چہرے کو ڈھانپ کر رکھتی تھیں۔'' اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ عورت کو اپنا چہرہ ڈھانپ کر رکھنا چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے کوئی ایک حرف بھی ایسا ثابت نہیں جس کا معنی یہ ہو کہ عورت احرام کی حالت میں اپنا چہرہ ننگا رکھے۔ (تهذيب السنن: 350/2) لہٰذا حج وعمرہ پر جانے والی خواتین پردے کا اہتمام کریں اور اپنے اور دوسروں کے ایمان کی حفاظت کریں۔

③ ایک بڑی کوتاہی اور شرعی احکام کی کھلی



خلاف ورزی جس سے مجھے بڑی کوفت ہوئی، وہ ہے بے جا تصویر کشی۔ اگرچہ مرد حضرات اس کام میں پیش پیش تھے لیکن عورتیں بھی کچھ کم نہ تھیں۔ بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ لوگ اللہ کو راضی کرنے کے لیے نہیں بلکہ مختلف انداز سے اپنی بے شمار تصویریں بنوا کر لوگوں کو دکھانے آئے ہیں۔ ایک روز اشراق کے وقت طواف کے اختتام پر میں حجر اسود کے قریب پہنچا تو ساتھ والی قطار میں جو بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ اونچی جگہ پر تھی، مردوں میں گھسی ہوئی ایک پاکستانی خاتون نظر آئی جس کی عمر 70,65 سال کے درمیان ہوگی، وہ مختلف لوگوں کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی کہ آپ میری تصویر بنادو گے۔ (وہاں موجود اکثر لوگ اردو خواں نہیں تھے، اس لیے کسی کو اس کی بات کی سمجھ نہیں آ رہی تھی) مجھے خاتون کے اس انداز پر بڑی حیرت ہوئی۔ میں نے بڑے احترام سے کہا: ماں جی! اللہ کا خوف کریں۔ اگر آپ اللہ کے لیے یہ عبادت بجالانے آئی ہیں تو یوں تصویر بنوانے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ لوگوں کو دکھانے کے لیے ایسا کر رہی ہیں تو پھر آپ کو یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ پھر اس نے جدید قسم کا عمدہ موبائل نکالا اور ایک دوسرے شخص سے کہنے لگی: اسے لو اور میری تصویر بنادو۔ میں یہ دیکھ کر إنا للہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

حرمین میں مرد وخواتین جس قدر کثرت کے ساتھ تصویر کشی کرتے ہیں یہ دیکھ کر لگتا ہے شاید یہاں کی سب سے بڑی عبادت یہی ہے۔ جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ عبادت نہیں بلکہ بڑا سنگین گناہ ہے۔ روزِ قیامت سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ (صحیح البخاري: 5950) زیارتِ حرمین کے لیے جانے والی بہنوں اور ماؤں سے میری التماس ہے کہ وہ شریعت کی اس کھلی نافرمانی سے بچیں، اسے گناہ سمجھیں اور اپنے ثواب کو ضائع ہونے سے بچائیں۔

حج وعمرہ کی سعادت کا حصول آسان نہیں ہے۔ توفیق الٰہی کے ساتھ خاصی جدوجہد اور مالی قربانی کے نتیجے میں یہ سعادت اکثر زندگی میں ایک بار حصے آتی ہے۔ اس لیے ہونا تو یہ چاہیے کہ اس کے لیے مکمل تیاری کی جائے۔ یہاں سے حج وعمرہ کی مکمل ٹریننگ لی جائے اور معلومات جمع کر کے وہاں جایا جائے تاکہ اصل مقصد حاصل ہو سکے۔

④ مدینہ میں ہمارے روم میٹ لاہور ہی سے تعلق رکھنے والے میاں بیوی تھے۔ میاں ایک پرائیویٹ ہاسپٹل میں ڈسپنسر تھے جبکہ بیوی بالکل سادہ معمولی پڑھی ہوئی عورت تھی۔ اس خاتون کو نہ تلبیہ آتا تھا اور نہ عربی میں کوئی دعا ہی آتی تھی۔ نیز عمرے کے طریقے کا بھی کوئی خاص پتا نہ تھا۔

بعض خواتین اس حد تک بھی جاہل ہو سکتی ہیں، یہ میں نے سوچا نہ تھا۔ مسجد حرام میں ایک خاتون نے جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی اور پیچھے بیٹھی رہی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اہلیہ نے ان سے دریافت کیا کہ باجی! آپ نے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ وہ کہنے لگی: میں نے نماز نہیں پڑھنی تھی (وہ حائضہ تھی۔) اہلیہ کہنے لگیں: باجی، اس حال میں مسجد میں آنا منع ہے۔ گناہ ہے۔ کہنے لگی: کچھ نہیں ہوتا، کمرے کے سب لوگ تو مسجد میں آ گئے ہیں، میں اکیلی وہاں کیسے رہتی۔ یعنی اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے وہ ناپاکی کی پروا کیے بغیر مسجد میں بیٹھے رہنے پر مصر تھی اور اسے گناہ خیال نہ کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ایسی خواتین کو ہدایت عطا فرمائے۔

پاکستان میں ہم خود کو مخصوص افکار اور نظریات میں مقید رکھتے ہیں۔ دوسرے کی بات کو سننا یا تسلیم کرنا پسند نہیں کرتے۔ حرمین شریفین میں جا کر بھی اکثر لوگوں کی یہی حالت رہتی ہے۔ حالانکہ وہاں وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیونکہ آدمی وہاں سیکھنے کے لیے جاتا ہے۔ لیکن اس معاملے میں بھی بعض خواتین تنگ نظر پائی گئیں۔ مسجد حرام میں کچھ خواتین نبی کریم ﷺ سے استغاثہ واستمداد سے متعلق باتیں کر رہی تھیں۔ اہلیہ بھی ان کی گفتگو میں شریک ہوگئی اور انھیں سمجھایا کہ نبی کریم ﷺ کا مقام ومرتبہ اپنی جگہ پر۔ لیکن استعانت و مدد کے لائق فقط اللہ کی ذات ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے ہی سے مانگنے کی تلقین کی ہے۔ اب ان خواتین کے پاس کوئی سائنٹیفک جواب تو نہ تھا، اس لیے بات ختم کرنے کے لیے کہنے لگیں: چلیں چھوڑیں جی، یہ اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔ لیکن تمام خواتین

ایسی نہیں تھیں۔ ایک خاتون سے اہلیہ کی ملاقات ہوئی۔ وہ غیر مسنون طریقے سے نماز پڑھ رہی تھی۔ اس کا تعلق انڈیا سے تھا اور قطر میں رہائش پذیر تھی۔ ٹیچنگ اس کا پیشہ تھا۔ اہلیہ نے اس کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ اس اس طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں بتایا، سوائے اس کے کہ عورت باپردہ ہوکر چھپ کر نماز پڑھے۔ اہلیہ نے اسے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نماز میں تکبیر تحریمہ، رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو دوسری رکعت کے تشہد سے اٹھتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ اس خاتون نے پوچھا کہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ کی نماز ایسی تھی؟ اہلیہ نے بتایا کہ میں نے احادیث میں پڑھا ہے۔ آپ بھی کوئی سی حدیث کی کتاب لے لیں، اس میں رفع الیدین کرنے کا ذکر ضرور موجود ہے۔ بات خاتون کی سمجھ میں آگئی اور الحمدللہ اس نے اگلی نماز ہی سے رفع الیدین کرنا شروع کردیا۔ بلکہ اگلی نماز کے بعد اس کی نگاہیں اہلیہ کو تلاش کررہی تھیں۔ اہلیہ بھی اس کے قریب ہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر پرجوش انداز سے ان سے ملی اور مزید دینی امور پر بات چیت کرنے لگی۔ اس نے اہلیہ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی کتاب بتادیں جس میں قرآن وسنت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کی نماز کا تذکرہ ہو۔ اہلیہ نے اسے بتایا کہ میرے شوہر کتاب وسنت کے عالمی ادارے ''دارالسلام'' میں ریسرچ فیلو ہیں، میں آپ کی ان سے بات کراؤں گی۔ اگلے روز 18 مئی کو ہماری مدینہ منورہ روانگی تھی، روانگی کا وقت بھی صبح 6 بجے کا تھا۔ نماز اشراق سے فارغ ہونے کے بعد ساڑھے پانچ کے قریب میں اہلیہ کو لینے خواتین کی نمازگاہ کے قریب گیا تو اہلیہ اس خاتون کے ہمراہ میری منتظر تھی۔ اہلیہ مجھ سے مخاطب ہوکر کہنے لگی: یہ باجی نماز کے حوالے سے آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتی ہیں۔ خاتون مکمل شرعی حجاب میں تھیں۔ نماز کے حوالے سے انھوں نے کچھ سوالات کیے۔ احادیث کی روشنی میں میں نے ان کے جوابات دیے۔ انھیں بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے مجھ سے بھی دریافت کیا کہ نماز کے حوالے سے کسی مستند کتاب کی رہنمائی کریں۔ میں نے دارالسلام کی ''نماز نبوی'' کا حوالہ دیا۔

⑤ زیارت حرمین شریفین کے لیے جانے والے اصحابِ ثروت اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے۔ بچے کے لیے بھی حج وعمرہ ہے، تاہم بالغ ہونے کے بعد اسے دوبارہ حج وعمرہ کرنا ہوگا۔ بچہ کچھ سمجھ دار ہو، خود کو سنبھال سکتا ہو، ایسے بچے کو ساتھ لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر ایسے بچے کی زیادہ حفاظت کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی، لیکن بالکل چھوٹی عمر کے یا شیرخوار بچوں کو ساتھ لے جانے سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کئی دفعہ ہم نے دیکھا کہ چھوٹا بچہ یا بچی اپنے والدین سے جدا ہوگیا اور مسلسل روئے جارہا ہے۔ بچہ الگ سے پریشان ہے اور والدین الگ سے پریشان۔ پھر چھوٹے بچے اس قدر بے پناہ رش کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں، رونا شروع کردیتے اور والدین کی عبادت کو بھی خراب کردیتے ہیں۔ حرم مکی میں جب بھی نماز ہوتی تھی، بچوں کے رونے کی آوازیں کثرت سے آتی تھیں۔ مدینہ منورہ میں صورتِ حال مزید پیچیدہ ہوجاتی ہے۔ وہاں سکیورٹی پر معمور خواتین چھوٹے بچے والی خاتون کو مسجد کے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتیں۔ اس لیے لامحالہ ایسی خاتون کو باہر مسجد کے صحن میں نماز پڑھنا پڑتی تھی۔ ہم بھی جب عمرہ کے لیے جانے لگے تو چھوٹا بیٹا مصعب ساڑھے نو ماہ کا تھا اور ماں کا دودھ پیتا تھا۔ ہمیں بہت لوگوں نے اصرار سے کہا کہ آپ کم از کم اس کو ضرور ساتھ لے جائیں۔ میں چونکہ حج کرچکا تھا اور وہاں کے حالات سے کچھ واقف تھا، اس لیے میں نے اہلیہ سے صاف کہہ دیا کہ اسے لے کر جانا بھی آزمائش ہے اور چھوڑ جانا بھی آزمائش ہے، تاہم چھوڑ جانا چھوٹی آزمائش ہے۔ اور بالآخر ہم اللہ سے دعائیں کرتے ہوئے اسے چھوڑ ہی گئے اور اللہ نے ہماری دعائیں قبول کیں۔ وہاں جاکر جب ہم نے چھوٹے بچوں والوں کی بچوں کی وجہ سے بے بسی، عبادات کے حوالے سے ان کی بے توجہی اور کوتاہیوں کو دیکھا تو اللہ کا لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں چھوٹے بیٹے کے حوالے سے صحیح اور صائب فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ حرمین شریفین

جانے والی خواتین سے میری گزارش ہے کہ اگر وہ صحیح معنوں میں سعادتِ حرمین سے فیض یاب ہونا چاہتی ہیں تو چھوٹے بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔

⑥ حج وعمرہ کی سعادت بندے کے دل میں اللہ کا تقویٰ اور عظمت و ہیبت پیدا کرتی ہے جس سے اس کا ظاہر و باطن تبدیل ہوتا ہے۔ سوچ و فکر بدلتی ہے اور قلب و دماغ میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اگر حج وعمرہ کی سعادت کے بعد یہ تبدیلی دکھائی دے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے وقت اور مال کی قربانی رنگ لائی ہے۔ اور اگر ہمارا ظاہر و باطن ویسا ہی ہو جیسا حج وعمرہ سے پہلے تھا تو پھر ہمیں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ مال و وقت کی قربانی اور جسمانی جدوجہد سے ہم نے کیا حاصل کیا ہے۔ کیا ہمارا یہ دورہ محض تفریحی دورہ تو نہیں رہا یا ہم نے اس سے کچھ حاصل بھی کیا ہے اور یہاں سے تبدیل ہوکر جارہے ہیں۔ بعض مرد وخواتین ایسے بھی دیکھے کہ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے اور بیت اللہ کے اندر ہونے کے باوجود، ان کے اخلاق و کردار میں کوئی مثبت تبدیلی نظر نہ آئی۔ اہلیہ واپسی سے ایک روز قبل کہنے لگی کہ رش کچھ کم لگ رہا ہے میرے ساتھ چلیں اور حطیم میں دو نفل ادا کرلیں۔ ہم حطیم میں پہنچے۔ رش واقعتاً کچھ کم تھا۔ مجھے مردوں کے قریب ایک جگہ خالی نظر آئی تو میں نے فوراً وہاں جاکر دو نفل ادا کیے۔ حطیم کی جگہ تھوڑی سی ہے اور عورتوں کے لیے علیحدہ جائے نماز نہیں ہے، اس لیے بہت ساری عورتیں مردوں کے ساتھ کھڑی ہوکر نماز پڑھنے لگتی ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ حطیم میں نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے لیکن عورت کا اجنبی مردوں سے علیحدہ رہنا فرض و لازم ہے۔ اکثر خواتین اس کا خیال نہیں رکھتیں۔ خیر اہلیہ جگہ کی متلاشی تھیں۔ انھوں نے تھوڑا سا آگے دیکھا تو ایک جگہ خواتین نوافل ادا کرنے کے بعد وہاں بیٹھی ذکر اذکار میں مشغول تھیں۔ زیادہ تر خواتین غیر ملکی تھیں۔ ایک خاتون پاکستانی بھی تھی۔ اہلیہ نے بڑے مؤدب انداز سے اس سے گزارش کی کہ آپ مجھے یہاں نفل ادا کرلینے دیں لیکن وہ خاتون بڑے تند لہجے میں سخت خفا ہوکر بولیں: آپ کو یہی جگہ نظر آئی ہے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ جاؤ! میں نے یہ جگہ نہیں چھوڑنی۔ محترمہ کی یہ تلخ کلامی سن کر میں ششدر رہ گیا اور سوچنے لگا کہ حطیم، خانہ کعبہ کا حصہ ہے۔ قریش نے حلال کمائی کی قلت کے باعث اسے خانہ کعبہ سے باہر نکال دیا اور چھوٹی سی دیوار سے اس کی حد بندی کردی تاکہ پتا چل سکے کہ یہ خانہ کعبہ کا حصہ ہے۔ گویا حطیم میں نماز پڑھنا، خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے مترادف ہے۔ یہ روئے زمین کی سب سے مقدس اور اعلیٰ جگہ ہے جو کسی اعزاز سے کم نہیں، ہم اخلاق حسنہ سے عاری ہی ہیں۔ اگر ہم یہاں بھی تبدیل نہ ہوئے تو کہاں تبدیل ہوں گے!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: نائیجر

جو 4200 کلومیٹر لمبا ہے۔ دریائے نیل اور کانگو کے بعد یہ برِّ اعظم افریقہ کا تیسرا طویل ترین دریا ہے۔ یہ گنی میں فوتا جالون کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور صحرائے اعظم کے جنوب میں کمان کی شکل بناتا ہوا خلیج گنی میں جاگرتا ہے۔ مالی کا تاریخی شہر ٹمبکٹو، مالی کا قدیم دارالحکومت گاؤ اور جدید دارالحکومت بماکو اور نائیجر کا دارالحکومت نیامی دریائے نائیجر کے کنارے واقع ہیں۔ اس کا سب سے بڑا معاون دریائے بینو ہے جو مشرق میں کیمرون سے آکر نائیجیریا میں لوکوجا کے مقام پر دریائے نائیجر سے ملتا ہے۔

CFA فرانک

نائیجر کا سکہ CFA فرانک کہلاتا ہے جس میں 100 سنٹائم (Centime) ہوتے ہیں۔ ایک ڈالر 482 CFA فرانک کے برابر ہے۔ CFA فرانک مغربی افریقہ کے آٹھ ممالک کا سکہ ہے: بینن، برکینا فاسو، آئیوری کوسٹ، گنی بساؤ، مالی، نائیجر، سینی گال اور ٹوگو۔ CFA ''کمیونائٹ فنانسیئر ڈی افریک'' (افریقہ کی مالی برادری) کا مخفف ہے۔ یہ کرنسی BCEAO نامی بینک جاری کرتا ہے جس کا صدر دفتر داکار (سینی گال) میں ہے۔



نائیجر

یورانیم اور سونے کی دولت سے مالا مال مگر ''غریب'' افریقی ملک

محسن فارانی

نائیجر، دریائے نائیجر، نائیجیریا

مغربی افریقہ کے دو ہمسایہ ممالک نائیجر اور نائیجیریا دریائے نائیجر سے نسبت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں ملک بالترتیب فرانسیسی اور برطانوی استعمار کے تسلط میں رہے۔ نائیجر شمال میں واقع ہے جہاں فرانسیسی سرکاری زبان ہے جبکہ جنوب میں نائیجریا کی سرکاری زبان انگریزی ہے۔ دریائے نائیجر ملک نائیجر کے جنوب مغرب میں سے بہتا ہوا نائیجیریا میں داخل ہوتا ہے اور پھر اس کے وسط میں سے گزر کر بحراوقیانوس کی خلیج گنی میں جا گرتا ہے۔

نائیجر کا محل وقوع

نائیجر کے شمال میں لیبیا اور الجزائر، مغرب میں مالی اور برکینا فاسو (سابق بالائی وولٹا)، جنوب میں بینن (سابق داہومی) اور نائیجیریا اور مشرق میں چاڈ واقع ہیں۔ نائیجر ایک خشکی بند ملک ہے جسے سمندر نہیں لگتا۔ یہ خط سرطان کے جنوب میں پڑتا ہے۔ اس کا 80 فیصد سے زیادہ رقبہ صحرائے اعظم (الصحارٰی) میں واقع ہے جو دنیا کا سب سے بڑا ریگستان ہے۔ رقبے کے لحاظ سے نائیجر مغربی افریقہ کا سب سے بڑا ملک ہے۔ ہوسا زبان میں ملک کا نام جمہوری یارنجار (Jamhuriyar Nigar) ہے۔

نائیجر ایک نظر میں

سرکاری نام: جمہوریہ نائیجر

(Republique du Niger)





رقبہ: 12 لاکھ 67 ہزار مربع کلومیٹر
آبادی: 17,138,707 (2012ء میں)
دارالحکومت: نیامی
قومی زبانیں: ہوسا، جرما، کانوری، تماشق
سرکاری زبان: فرانسیسی (French)
نظام حکومت: نیم صدارتی جمہوریہ
یوم آزادی: 3 اگست (1960ء)
فی کس آمدنی: 771 ڈالر
شرح خواندگی: 28.7 فیصد (2005ء)
سکّہ: ویسٹ افریقن فرانک (CFA)
1 ڈالر = 482 CFA فرانک
ٹریفک: دائیں طرف

نائیجر کے قدیم آثار

نائیجر میں دریافت ہونے والے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ ملک کا شمالی صحرائی علاقہ پانچ تا دس ہزار سال پہلے زرخیز گھاس کے میدانوں پر مشتمل تھا۔ یہاں کھدائی سے دیواروں پر جنگلی جانوروں، پالتو مویشیوں، رتھوں وغیرہ کی تصویریں ملی ہیں۔ گویا سات آٹھ ہزار سال پہلے صحرائے اعظم سرسبز علاقہ تھا مگر گزشتہ 5 ہزار سال کے عرصے میں یہ ریگستان بن کے رہ گیا ہے۔

نائیجر کی قدیم تاریخ

پندرھویں صدی عیسوی میں گاؤ (مالی) میں سلطنت سونگھائی قائم ہوئی تھی جو وسطی نائیجر کے شہر اغادیز تک وسیع تھی۔ 1591ء میں یہ سلطنت ٹوٹی تو نائیجر میں کئی چھوٹی چھوٹی سونگھائی ریاستیں وجود میں آئیں جن میں سے ڈینڈی بادشاہت سب سے طاقتور تھی۔ اٹھارھویں صدی عیسوی میں الجزائر اور مالی سے طوارق لوگ یہاں آ بسے اور انھوں نے مقامی باشندوں کو جنوب کی طرف دھکیل دیا۔ اپنے زمانہ عروج میں طوارق امارتیں زیادہ تر شمالی نائیجر پر حکمران تھیں حتی کہ نائیجیریا کے اندر تک ان کا غلبہ تھا۔ اگلی صدی میں نائیجر کی جرما اور ہوسا ریاستیں خلافت سکوتو (نائیجیریا) سے برسرِ پیکار رہیں۔

نائیجر میں اسلام

گیارھویں صدی عیسوی میں شمال سے تجارتی قافلوں کے ساتھ مسلم مبلغین نائیجر میں آنے لگے تھے۔ اسی زمانے میں المغرب سے طوارق قبائل کی آمد سے نائیجر کے ہوسا قبائل اسلام قبول کرنے لگے۔ پھر پندرھویں صدی میں سونگھائی سلطنت کے عہد میں یہاں اسلام تیزی سے پھیلا۔ بربر مسلمانوں کی آمد سے نائیجر میں تیجانیہ صوفی حلقے قائم ہوئے جبکہ شمال مشرقی نائیجر کا سنوسی حلقہ لیبیا سے آنے والوں کی یادگار ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت مالکی مسلک سے تعلق رکھتی ہے۔ آج نائیجر کی 93 فیصد آبادی مسلمان ہے جبکہ باقی باشندے عیسائیت اور مقامی عقائد کے پیروکار ہیں۔

نائیجر میں فرانسیسی سامراج

انیسویں صدی میں یورپی مشنری سیاح نائیجر میں آنے لگے۔ ان میں برطانوی منگو پارک اور جرمن ہائنرخ بارتھ کے نام نمایاں ہیں۔ انھوں نے دریائے نائیجر کے سرچشمے کی تلاش میں مغربی افریقہ کی سیاحت کی۔ انیسویں صدی کے اواخر میں یہاں فرانسیسی وارد ہوئے۔ 1885ء کی برلن کانگرس کی بندر بانٹ میں یہ علاقہ فرانس کے حصے میں آیا تھا۔ 1900ء میں برطانیہ کی مدد سے فرانس نے نائیجر کے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا، تاہم صحرائی قبائل خصوصاً طوارق 1922ء تک فرانسیسی سامراج کے خلاف آزادی کی جنگ لڑتے رہے۔

آزادی کا طلوع

دوسری جنگ عظیم (45-1939ء) میں فرانس کی شکست اور تباہی کے نتیجے میں اس کے لیے اپنی افریقی نوآبادیوں پر قبضہ برقرار رکھنا مشکل ہوگیا تھا، چنانچہ جولائی 1956ء میں فرنچ پارلیمنٹ نے ''قانون اصلاح سمندر پار'' (Overseas Reform Act) منظور کیا۔ دسمبر 1958ء میں پانچویں فرانسیسی جمہوریہ کے قیام کے بعد نائیجر ایک خودمختار ریاست بن گیا اور یہاں ایک منتخب حکومت قائم ہوئی۔ 3 اگست 1960ء کو نائیجر نے کامل آزادی حاصل کرلی۔ حمانی دیوری ملک کے پہلے صدر مملکت





تھے۔ انھوں نے فروری 1974ء میں پہلی اسلامی سربراہ کانفرنس (لاہور) میں شرکت کی۔

نائیجر انقلابات کی زد میں

1974ء میں کرنل سینی کاؤنچے نے دیوری حکومت کا تختہ الٹ دیا اور وہ 1987ء میں اپنی موت تک برسرِ اقتدار رہا۔ کرنل علی سیبو اس کے جانشین بنے۔ انھوں نے ملک میں یک جماعتی دوسری جمہوریہ قائم کی مگر 1990ء کے عوامی ہنگاموں کے باعث انھیں کثیر جماعتی جمہوری نظام کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑا۔ اپریل 1993ء کے پہلے آزادانہ صدارتی انتخاب کے نتیجے میں محمد عثمان برسرِ اقتدار آئے۔ جنوری 1995ء میں پارلیمانی انتخابات منعقد ہوئے۔ امن سمجھوتہ (اپریل 1995ء) سے پانچ سالہ طوارق بغاوت کا خاتمہ ہوگیا، تاہم صدر اور وزیراعظم کے اختلافات کے نتیجے میں جنوری 1996ء میں کرنل ابراہیم باری نے تیسری جمہوریہ کا تختہ الٹ دیا۔ پھر جولائی میں صدارتی انتخاب اور جولائی میں پارلیمانی انتخابات منعقد ہوئے جو کرنل ابراہیم باری کی پارٹی نے جیت لیے۔

خونریز انقلاب اور پانچویں جمہوریہ

9 اپریل 1999ء کو میجر جنرل داؤدا مالم وانکے نے فوجی انقلاب برپا کیا جس میں صدر باری مارے گئے۔ نئی فوجی حکومت نے ملک میں فرانس کی طرز پر نیم صدارتی نظام قائم کیا اور اکتوبر نومبر 1999ء کے انتخابات کے نتیجے میں محمدو تانجا نے اقتدار سنبھالا۔ 2002ء میں حما احمدو وزیراعظم منتخب ہوئے۔ انھوں نے 2004ء کے انتخابات بھی جیت لیے۔ اکتوبر 2006ء میں حکومت نائیجر نے عربی بولنے والے ڈیڑھ لاکھ خانہ بدوشوں کو چاڈ جلاوطن کرنے کا اعلان کیا۔ جون 2007ء میں سینی عمرو صدر مملکت بنے۔ دوسری طوارق بغاوت (8-2007ء) سے ملکی معیشت کو بڑا نقصان پہنچا۔

نیا فوجی انقلاب اور چھٹی جمہوریہ

صدر محمدو تانجا کے مسلسل برسرِ اقتدار رہنے کے آئینی ہتھکنڈوں نے فروری 2010ء میں ایک اور فوجی انقلاب کی راہ ہموار کی۔ نئے فوجی حکمرانوں نے سپریم کونسل برائے بحالیٔ جمہوریت کے نام سے حکومت قائم کی۔ جنوری مارچ 2011ء میں انتخابات ہوئے اور محمدو ایسوفو صدر اور بریجی رافینی وزیراعظم بنے۔ عالمی سطح پر یہ انتخابات منصفانہ قرار پائے۔

نائیجر کے جغرافیائی خدوخال

نائیجر افریقہ کے صحرائی اور نیم صحرائی خطے میں واقع ہے۔ اس کی آب و ہوا گرم اور خشک ہے۔ رقبے کے لحاظ سے یہ دنیا کا 22 واں بڑا ملک ہے۔ اس خشکی بند ملک کی سرحدیں 5697 کلومیٹر طویل ہیں۔ صحرائے اعظم ملک کے بڑے حصے پر محیط ہے جہاں حد نظر تک ریت کے ٹیلے ہیں اور آبادی بہت ہی کم ہے۔ مشرق میں وسیع ریگستان عِرج (Erg) ہے جہاں ریت کے ٹیلے جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہاں کئی دریا صحرائے اعظم کی ریت میں گم ہوجاتے ہیں۔ جنوب کا علاقہ اور جنوب مغرب میں دریائے نائیجر کی وادی زرخیز ہے، چنانچہ ملک کے بڑے بڑے شہر جنوب اور جنوب مغرب میں واقع ہیں۔ شمال میں صحرائے اعظم کے اندر آئیر (عیر) نامی سطح مرتفع ہے جس کی بلند ترین پہاڑی چوٹی اندوکل طاغیس 2022 میٹر اونچی ہے۔ جنوب مشرق میں جھیل چاڈ ہے جو چار ملکوں نائیجر، چاڈ، کیمرون اور نائیجیریا میں گھری ہوئی ہے۔ ملک کا جنوبی حصہ سوانا کہلاتا ہے۔ یہاں گھاس کے میدان ہیں اور درخت کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔

نائیجر کے حیوانات

شمال میں نیشنل نیچرل ریزرو میں ہرن، چکارا (Antelope)، غزالِ صحرا (Oryx) اور پہاڑی بربری بھیڑ پائی جاتی ہے۔ برکینا فاسو سے متصل نیشنل پارک میں ببر شیر اور ہاتھی کے علاوہ شمال مغربی افریقی چیتے کی بچی کھچی نسل بھی ملتی ہے۔ جنوبی نائیجر (سوانا) میں زرافہ بھی پایا جاتا ہے۔ دیگر جنگلی حیوانات میں شتر مرغ، بھینس اور افریقی جنگلی سؤر (Warthog) شامل ہیں۔





غربت، ٹڈی دل اور قحط

نائیجر دنیا کے غریب ترین ملکوں میں شامل ہے اور غربت میں 186 ویں درجے پر ہے۔ 2005ء میں ٹڈی دل اور خشک سالی نے فصلیں تباہ کردیں تو ملک قحط سالی کا شکار ہوگیا۔ غربت کا یہ عالم ہے کہ اسلامی سربراہ کانفرنس (1974ء) کے فیصلے کی رو سے نائیجر میں ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی ہے جو دارالحکومت سے چالیس پچاس کلومیٹر دور واقع ہے۔ اشاعتی ادارہ دارالسلام انٹرنیشنل کے مینیجنگ ڈائریکٹر مولانا عبدالمالک مجاہد یونیورسٹی دیکھنے گئے جو چھٹیوں کے باعث بند تھی۔ یونیورسٹی صحرا کے اندر بہت ساری عمارتوں کا مجموعہ ہے۔ وہاں پروفیسر شیخ محمد الزیر سے ملاقات ہوگئی مگر ان کے پاس مہمانوں کو بٹھانے کی جگہ نہ تھی۔ ایک کیکر کے سائے میں بیٹھے پروفیسر صاحب یونیورسٹی میں فنڈز کی کمی کا شکوہ کرتے رہے۔

عوام غریب، حکومت بھی غریب

مولانا عبدالمالک مجاہد ''میرے سنہرے سفرنامے'' میں لکھتے ہیں: ''ہم نے دارالحکومت نیامی کو ایک دن میں دیکھ لیا۔ ہرطرف غربت اور افلاس کے مناظر نظر آتے ہیں۔ بازار نہ ہونے کے برابر تھے۔ اگر یہاں کے عوام غریب ہیں تو حکومت بھی غریب ہی ہے۔ یہاں دو تین نوجوان فرنچ زبان میں اخبار نکالتے ہیں۔ ٹیم لیڈر عبدہٗ بُوریما ہے جو مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہے۔ وہ نیامی ہی میں مقیم ہے۔ ہم اس سے ملنے گئے۔ اس کا گھر نہایت ہی متواضع قسم کا تھا۔ کمرے میں کرسی تک نہ تھی۔ ایک شیلف میں کچھ کتابیں تھیں۔ ایک سائیڈ پر لکڑی کی لمبی سی شیلف نما میز تھی جس پر کمپیوٹر پڑا ہوا تھا۔ وہ اسے زمین ہی پر بیٹھ کر چلاتا تھا..... کمرے میں صف پڑی ہوئی تھی، ہم اس پر بیٹھ گئے۔''

ملک کا انتظامی ڈھانچا

نائیجر انتظامی طور پر سات صوبوں (Regions) اور ایک مرکزی ڈسٹرکٹ میں بٹا ہوا ہے۔ ہر صوبہ یا ریجن 36 ڈیپارٹمنٹس میں منقسم ہے جو کمیونوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ 2006ء میں شہری اور دیہی کمیونوں کی کل تعداد 265 تھی۔

نائیجر کے مشہور شہر

نیامی ملک کا سب سے بڑا شہر ہے جو دریائے نائیجر پر واقع ہے۔ اس کی آبادی ساڑھے دس لاکھ ہے۔ دیگر اہم شہر مرادی، زندر، اغادیز، تاہوا، دوسو، آرلت، تلابری اور دفّا ہیں۔

زرعی پیداوار

نائیجر کی زرعی پیداوار میں مونگ پھلی، باجرہ، چاول، سورگم اور کساوا شامل ہیں۔ فصلیں زیادہ تر بارانی ہوتی ہیں۔ کپاس اور چاول نائیجر کی وادی میں کاشت کیے جاتے ہیں۔ کاؤپیز (ایک قسم کی پھلی) اور پیاز برآمد کیے جاتے ہیں۔ اونٹ، بھیڑ بکریاں اور گائے بھینس عام پالی جاتی ہیں۔

معدنی پیداوار اور یورانیم

نائیجر کی معدنی پیداوار یورانیم، کوئلہ، سونا، لوہا، ٹن، نمک، فاسفیٹ، جپسم اور معدنی تیل پر مشتمل ہے مگر بیشتر معدنی وسائل ابھی استعمال میں نہیں آرہے۔ یورانیم دھات ملکی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جو برآمدات کا 70 فیصد ہے۔ شمالی شہر آرلت کے قریب یورانیم کی دو بڑی کانیں ہیں۔ یورانیم کی کان کنی زیادہ تر فرانسیسیوں کے ہاتھ میں ہے، تاہم 2007ء کے بعد بھارت، کینیڈا اور آسٹریلیا کو بھی یورانیم کی کان کنی کے لائسنس دیے گئے ہیں۔ یاد رہے 2003ء میں عراق پر امریکی برطانوی حملے کے لیے یہ بہانہ گھڑا گیا تھا کہ صدام حسین نے ایٹم بم بنانے کے لیے نائیجر سے بڑی مقدار میں یورانیم خریدا ہے۔ 2004ء میں نائیجر میں سونے کی پہلی کان ''سمیرا ہل گولڈ مائن'' پیداوار دینے لگی اور سونے کا پہلا ڈلا صدر تانجا کو پیش کیا گیا۔

دریائے نائیجر کا طاس

نائیجر مغربی افریقہ کا طویل ترین دریا ہے

بقیہ صفحہ 71 پر

دینی مدارس کے طلبا کے لیے عظیم خوشخبری

ملک کی عظیم درس گاہ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (فیصل آباد) میں ایک سالہ

تخصص في العقيدة والدعوة



کا آغاز کیا جارہا ہے جو طلبا کے روشن مستقبل کا ضامن ہوگا۔ ان شاء اللہ

خصوصیات

① ایک سال میں عقیدہ و دعوت کے موضوع پر قدیم و جدید کتب کا تعارف اور اہم مضامین کی تدریس شامل نصاب ہوگی۔ ② امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، الشیخ محمد بن عبدالوھاب اور علامہ نواب صدیق الحسن رحمہم اللہ کی عقائد پر کتب خصوصاً شامل نصاب ہوں گی۔ ③ تدریس کے فرائض عقائد کے ماہر اساتذہ کرام سرانجام دیں گے۔ ④ سعودی عرب کے جید علمائے کرام آن لائن لیکچر دیں گے۔ ⑤ ہر طالب علم کو برائے تحقیق انٹرنیٹ کی سہولت میسر ہوگی۔ ⑥ جامعہ تعلیم الاسلام کی عظیم الشان لائبریری تخصص کے طلبا کے لیے ہمہ وقت کھلی رہے گی۔ ⑦ ملک کے مشہور و معروف جید علمائے کرام کا براہ راست اور آن لائن محاضرات (لیکچرز) کا انتظام ہوگا۔ ⑧ تخصص کے طلبا کے لیے معیاری رہائش کا انتظام کیا جائے گا۔ ⑨ بحوث لکھنے کے لیے سٹیشنری کا مکمل انتظام جامعہ کی طرف سے ہوگا۔ ⑩ تدریس اردو اور عربی دونوں زبانوں میں ہوگی۔

مقاصد

✵ فارغ التحصیل طلبا میں علمی و تحقیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا۔ ✵ کتاب و سنت کی روشنی اور فہم سلف کے مطابق عقائد کی تعلیم سے طلبا کو آراستہ کرنا۔ ✵ عربی اور اردو میں تقریر و تحریر پر عبور حاصل کرنا۔ ✵ طلبا میں دعوتی و تبلیغی صلاحیتوں کو نمایاں کرنا۔ ✵ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا کو سعودی یونیورسٹیز میں داخلے کے مواقع مہیا کرنا۔ ✵ طلبا میں اس قدر علمی استعداد پیدا کرنا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر خدمت دین سرانجام دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔

شرائط

① کسی جامعہ سے فارغ التحصیل یا وفاق المدارس السلفیہ سے شہادۃ العالیہ کا حامل ہونا ضروری ہے۔ ② کسی معروف شخصیت کا تزکیہ۔ ③ زبانی ٹیسٹ۔

نوٹ: 10 شوال تک درخواستیں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں وصول کی جائیں گی۔ آخری سند کی فوٹو کاپی ہمراہ ارسال کریں۔ ٹیسٹ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں ہوگا۔ ٹیسٹ کی تاریخ بذریعہ فون مطلع کی جائے گی۔ تخصص کی تعلیم 16 شوال سے 15 شعبان تک ہوگی۔

الداعی الیٰ الخیر: حافظ مقصود احمد صدر وارا کین انجمن جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (فیصل آباد)
فون: 0301-706[illegible]221



قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں سے آگاہی کیلئے

سرزمین جڑانوالہ میں جاں نثاران مصطفےٰ ﷺ کی

چوتھی سالانہ

تاریخی ختم نبوت کانفرنس

عظیم الشان

ان شاء اللہ

بتاریخ **23** اگست 2014ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء ان شاء اللہ

بمقام گراؤنڈ ایم سی مڈل سکول نمبر 1 جڑانوالہ

جس میں تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام و مذہبی سکالرز خطاب فرمائیں گے۔

آئیے اور ایمان بڑھائیے

الداعی الی الخیر

اسد اللہ ساقی

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت جڑانوالہ

Contact:
0333-3314142
0300-6530496
0300-6535363
E-mail:
t.t.khatmenubwat@gmail.com